باسمه تعالی

فهرستبرگه منابع چاپ سنگی - اداره مخطوطات

شماره ثبت: ۳۸۸۱۴

رده‌بندی دیویی: ۸۹۱٫۴۳۹۱۷۱ م ۵۵۶ ح ۱۹۲۵

سرشناسه: مسکین، عبدالواحد

عنوان قراردادی:

عنوان: چشمه شیرین

کاتب:

تاریخ کتابت:

محل نشر: لکهنو ناشر: مطبع نول کشور تاریخ نشر: ۱۹۲۵م.

صفحه شمار: ۴۰ص. مصور☐ درسی☐ گراور یا افست☐

زبان: اردو ابعاد: ۲۴×۱۵ نوع خط: نستعلیق

روش تهیه: وقفی☐ اهدایی☑ خریداری☐ ارسالی☐

توضیحات: مقام معظم رهبری تاریخ ثبت: اسفند ۱۳۷۶

یادداشتها:

موضوع(ها): ۱. شعر اردو - قرن ۲۰م.

شناسه(های) افزوده: الف. خامنه‌ای، علی، رهبر جمهوری اسلامی ایران، ۱۳۱۸ - ، اهداکننده. ب. عنوان.

فهرستنگار:

تاریخ فهرستگاری: تیر ۸۹

شمارہ ۵۱ اردو

اهدائی مقام معظم رهبری
به کتابخانه مرکزی آستان قدس رضوی

۱۲۷۷۲۱

CENTRAL LIBRARY OF ASTAN QUDS
FOREIGN BOOKS اردو
NUMBER ۱۲۶۳ DATE ۸۰/دی

کتابخانه مرکزی آستان قدس رضوی
شماره ثبت موقت
تاریخ

بہ توفیق خدا چھپا آفرین خالق آسمان و زمین نسخہ

شاد اور رنگین من تصنیف لطیف عبد الواحد خان مسکین اسم با مسمے

چشمہ شیرین

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع نامی منشی نولکشور لکھنؤ میں طبع ہوا

۱۹۲۵ء

۸۹۱/۴۳۹۱۷۱
چ ۵۵۶ م

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد بیحد ہے اس یگانے کو — جسنے پیدا کیا زمانے کو
جسنے مشت خمیر خاک کیا — اُس سے آدم بنا کے پاک کیا
جسنے دی نوح کو نجات و امان — از بلائے شورش طوفان
جسنے آتش کو کر دیا گلزار — پیش دے خلیل عالی تبار
بادلے اُسکے حکم سے یکبار — کر دیا قوم عاد کو فی النار
قہر و غصہ سے جسکے وقت سحر — ہو گئی قوم لوط زیر و زبر
غرق فرعون کو کر کے مع لشکر — کیا دریا کو اُن پہ نار سقر
اُسنے جس سے کہ انتقام لیا — ایک پشہ سے اُسکا کام کیا
اور جو داؤد اُسکا تھا محکوم — کیا آہن کو اسکے ہاتھ مین موم
دی سلیمان کو اسنے جاہ وسیع — کیے سب جن و انس اُسکے مطیع
جسکو وہ راہ سے کرے آگاہ — پھر اُسے کون کر سکے گمراہ
جسکو دے وہ ضلالت ابدی — پھر نہ اُسکا بنے کوئی ہادی
جسکو کرے وہ اپنا خلیل — پھر کوئی کر سکے نہ اسکو ذلیل
ہوئے جو اسکا راندۂ درگاہ — مارا مارا پھرے وہ شام و پگاہ
ایک کو تخت پر بٹھاتا ہے — ایک کو خاک مین ملاتا ہے
ایک کو دے ہے رتبۂ عالی — ایک کو دے ہے ٹھیکرا اور جالی
ایک کو دے ہے قاقم اور سمور — ایک کو دے ہے گلخن اور تنور
ایک کو دے ہے ناز اور انداز — ایک کو دے ہے سوز اور گداز
ایک کو حسن دے کیا مغرور — ایک کو عشق دے کیا رنجور
ایک کو مال و جاہ و دولت دے — ایک کو درد و رنج و محنت دے
گل رحمت کسیکو اُسنے دیا — داغ زحمت کسیکو اُسنے دیا
صلح کار اسکا اور نہ کوئی یار — ہے وہ خود کار آپ ہی مختار
ہے وہی بادشاہ ہر دو جہان — ہے وہی بانی زمین و زمان
ہے اُسی کا ظہور رند و دہر — ہے اُسی کا نمود زمین و سپہر
چرخ در چرخ اُسکی صنعت سے — بیستون تھم رہا ہے حکمت سے
اُسنے صنعت جو اپنی کی پیدا — کہین شیرین بنی کہین فرہاد
کوئی اُجلا ہوا کوئی میلا — کوئی مجنون ہوا کوئی لیلا
کوئی یوسف بنا کوئی یعقوب — کوئی طالب ہوا کوئی مطلوب
کوئی وامق بنا کوئی عذرا — ہیر کوئی بنی کوئی رانجھا
ہے اُسی کا ظہور ہر شے مین — ہے اُسی کا حضور ہر شے مین

اُسکی قدرت غرض ہے رنگارنگ — ہے کہین لعل اور کہین ہے سنگ
ہے خزف وہ کہین کہین جوہر — ہے صدف وہ کہین کہین گوہر
کہین تریاق اور کہین ہے زہر — ہے کہین لطف اور کہین ہے قہر
ہے زمخت اور وہ کہین نمکین — ہے کہین تلخ اور کہین شیرین
ہے سفید و سیاہ و زرد کہین — ہے کہین سرخ رنگ وہ رنگین
کہین صحرا مین وہ یبوست ہے — کہین دریا مین وہ رطوبت ہے
ہے کہین سرد اور کہین ہے گرم — ہے کہین سخت اور کہین ہے نرم
ہے کہین درد اور کہین صحت — ہے کہین رنج اور کہین راحت
ہے کہین وہ عرض کہین جوہر — ہے کہین اشک اور کہین گوہر
ہے کہین زشت اور کہین ہے خوب — ہے کہین طالب اور کہین مطلوب
کہین اکسیر ہے کہین ہے گرد — ہے کہین سرخ اور کہین ہے زرد
کہین جا کر وہ طور پر چمکا — کہین حسن بتان مین آجھلکا
جا بجا اپنی آپ سیر مین ہے — نور کعبے مین نار دیر مین ہے
شکل یوسف مین ہے اُسیکا ظہور — اور محمد مین بس اُسیکا نور
ہے وہ پروردگار کل معبود — پتا پتا کرے ہے اُسکا سجود
اصل ہے وہ جزا سکے کل فرع — آخر اسکی طرف ہے سبکی رجوع
ہر رکوع اور سلام اسکی طرف — ہے سجود و قیام اسکی طرف
بے نشان ہے نشان ہم اسکے لیے — لامکان اور مکان ہیم اسکے لیے

مناجات

اس سے مین مانگتا ہون اب دعا — یا مجیب الدعا کرم فرما

ہے غفور رحیم نام ترا — بخشش عاصیان ہے کام ترا
معصیت بخش اور رحمت کر — جام دل مین مری محبت بھر
عشق دے اپنا اور محبت دے — شوق دے اپنا اور الفت دے
رہے مجھ پر نہ یان کسی کا حق — پاک اٹھون جہان سے مین یا حق
دم واپس مری زبان پہ شاہ — ذکر ہو لا الٰہ الا اللہ
رہون دنیا مین جبتلک کہ شاد — با اجا و اقربا آباد
یا الٰہی مجھے سلامت رکھ — دین و دنیا مین میری عزت رکھ
آل و اولاد کو مری مولا — امن مین رکھ ز ہر عنا و بلا
مین جو عبدالعلی اور عبد عزیز — رکھیو دونون جہان مین انکو عزیز
تیسرے نور دیدہ عبد جلیل — ہوئین آپس مین یہ عزیز و خلیل
جتنے دشمن ہین اور مرے بدخواہ — رکھیو دونون جہان مین انکو تباہ
سب سے دشمن بڑا ہے نفس لعین — رہے قابو مین وہ مرے آمین
بخش انکو جو ہین مرے استاد — یا رؤف رحیم رب عباد
نکلے جب آفتاب روز جزا — مجھ پہ ہو سایۂ حبیب خدا

نعت بابرکات سید المرسلین خاتم النبیین صاحب آیات لولاک موجب علامات افلاک احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علی آلہ و صحابہ و اہلبیتہ و سلم

سرور کائنات ختم رسل — مشرف جزئیات و فخر کل
شہ عالم محمد عربی — مکی و ہاشمی و مطلبی
ہے لقب اسکا مصطفائی کا — برگزیدہ ہے وہ خدائی کا
ہے خدا عاشق اور وہ معشوق — کیون نہ پھر وہ ہو اشرف المخلوق
ہے وہ مہر جمال ربانی — ہے وہ بدر کمال یزدانی
ہے وہ تریاق زہر ہر مسموم — ہے وہ تفریح قلب ہر مغموم
ہے وہ حلال مشکل دو جہان — ہے وہ مفتاح قفل خلد جنان
ہے وہ محبوب بارگاہ جلیل — بارگاہ جلیل کا ہے خلیل
مہر حسن اسکا جسگھڑی چمکا — شرم سے خور نے منھ نہ دکھلایا
کیون نہ بے سایہ ہو وہ پرمایہ — ابر رحمت کا اُسنے تھا سایہ
اسکے حق مین ہے آیۂ لولاک — ہے اُسی سے نشانۂ افلاک
ہے وہی باعث زمین و زمان — ہے وہی باعث جن و انسان

کیا بتاؤں اسے کہ ہے وہ کیا
اشرف الناس ہے اُسیکا لقب
ہے محمد نبی ہر دوسرا
حبذا حبذا خدنگ و بلا
اسکو پیدا کیا ہمارے لیے
ہے صلوٰۃ اسپہ بیحد اور سلام
لطف کر مجھپہ سید کونین
سید پاک غوث صمدانی
دوش پر اُسکے ہے نبی کا پا
الامان جسکو اس سے ہو تغیر
سلسلے مین جو اسکے ہے داخل
اور اُس کا خلیفہ اکبر
کیا کرون ظاہر اس جناب کا راز
حق نما آئینہ ہے اسکی جبین
سایۂ کردگار ظل آلہ
تاجدار سریر ہندستان
حامی سالکانِ مصطفوی
ہفت سلطانین ہے وہی اکبر
صاحب بخت و تخت و سکہ و تاج
بس جہانگیر ہے وہ شاہ من
کیون نہو فکر ملک سے وہ پاک
ظاہر اشاہ اور حقیقت مین
وہ شہنشاہ حرص سے ہے پاک
اُسکو کیا جانے کوئی اے مسکین
مریم وقت حاکم بھوپال

نہوا ہے نہووے گا ایسا
سب خدائی ہوئی اُسیکے سبب
ہے محمد شفیع روز جزا
حبذا حبذا شفا و شفا
بس کیا آسرا ہمارے لیے
پس آل و صحابہ عظام

ہو یگانہ جو وہ خدائے کریم
وہ نہوتا تو پھر نہوتا ظہور
دوستی اُسکی فرض ہے سب پر
حبذا حور حبذا رضوان
وہی مسکین شفیع محشر ہے
یا رسول کریم ختم نبی

مناقب حضرت غوث الثقلین سید عبد القادر جیلانی و سید عبد اللہ بغدادی و سید امجد علی قادری خلیفہ او

پشت پر اسکے پار ہے خیبر
عاقبت اُسکو کچھ نہین مشکل
سید امجد علی لقب اصغر
ہے وہی ناز اور وہی ہے نیاز

ہو جو اُس قول کا کوئی منکر
اسکا ہوتا ہے سید عبد اللہ
وہ مرا رہنما ہے مرشد پاک
ہے منور وہ چہرۂ پر نور

در مدح حضرت ظل سبحانی سایہ ربانی محمد اکبر بادشاہ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

سرگروہ طریق مرتضوی
برق و خورشید جسکی تیغ و سپر
کیون نہ خاقانیون سے لیوے خراج
کہ ہے فوج اُسکی سکڑون لشکر
جسکا ہو لاٹ ناظم املاک
ہے قدم زن رہ طریقت مین
گنج قارون ہے اسکے آگے خاک

پشتی دین و بانی اسلام
جس ولایت کو اُسکا نام ہے
اُسکو کیونکر کہے شاہجہان
کب ڈرے وہ غنیم سے زنہار
کیون نہ آرام و چین ہو اُسکو
ہے وہ سلطان عاشق مولا
اسکو نام خط ولایت ہے

در تعریف و توصیف جناب عصمت قباب بیگم صاحبہ

کیا اسکو بھی آسنے دو تیمیم
خاک تھا پھر تو نار اور سب نور
اُلفت اُسکی عمیم ہے سب پر
حبذا نور حبذا انسان
قاسم سلسبیل و کوثر ہے
یا حبیب آکہ خذ بیدی
زطفیل بتول اور حسین
شاہ بغداد قطب ربانی
پشت پر سب کے اُس ولی کا پا
ہے وہ نادان باطن و ظاہر
ہے شہنشاہ و بس خدا آگاہ
کیمیا وش ہے اسکے در کی خاک
نور دین کا ہے جبین صفا پر
دیکھنے والا اسکا ہے مسکین
فخر سلطان محمد اکبر شاہ
باج گیر ولایت دگران
اہل شرع رسول خیر انام
اسکو ہر شاہ اپنے سر پہ جھکے
جسکے ادنیٰ غلام ہون شاہان
جسکا جبریل ہو سپہ سالار
کیمیہ سا وزیر جس کا ہو
ایسی شاہی کی کب ہے پروا
ذکر حق اسکو بادشاہت ہے
ہان مگر جسکو ہو سہ چشم یقین
مالک ملک صاحب اقبال

بادشہ منبع اور عذر قبول
کون وہ یعنی خانۂ خدام
صاحب عصمت اور مسند نشین
عدل افزای ظلم کاہ ہے وہ
اسکی حد مین اگر کوئی آوے
بخشش اسکی کو کیا کرون مرقوم
اور جو وہ اسکی ایک ہے دختر
حق تعالیٰ رکھے سلامت اُسے

مقدسہ گوہر بحر عصمت و بختیاری فیض کان نیک بختی و سرداری سکندر بیگم دام اقبالہا و افضالہا

اہل انصاف عمدہ جاہ ہے وہ
شب کو سونا اُچھالتا جاوے
ادنیٰ اعلیٰ پہ ہے غرض معلوم
ہے سکندر نصیب و خوش اختر
با تجمل بشان و حشمت اُسے

ملک مین اسکے فتنہ اور فساد
اسکے رستون مین دزد اور رہزن
حق رکھے اسکو تا ابد قائم
ہے اُسی کا تمام جاہ و جلال
تا کہ عالم مین یہ کلام رہے

حامی دین پاک ختم رسول
بیگم صاحبہ مقدسہ نام
صاحب سکہ اور اہل نگین
سپہ پای شکستہ ہے ناشاد
جھلکتے ہین پڑے جبین زن
بامراد و شکوہ جاہ و حشم
ہے اُسیکے سبب یہ سب اقبال
وہ بھی دنیا مین نیکنام رہے

در تعریف و توصیف جناب عالی نواب جہانگیر محمد خان بہادر دام اقبالہ و جلالہ

عالم آرا فلک وشا نواب
ہے شجاعت جبین پہ اسکی نمود
عاقل و ہوشیار دانا دل
قدر دان قدر فہم قدر شناس
تیغ زن تیغ دار تیغ گذار
عادل و منصف و جہان پرور
ہو نکیون یہ بہادر و سخا
جسطرف اسنے یک کیا حملہ
لاکھ بھی فوج شہر کے باہر
آخرش اسکے خوف سے لگا بس
ویسا ہی تھا نظر محمد خان
زندگانی نے اسکی کی وفا
یہ بھی ویسا ہے اسکی ہے اولاد
ہوئے اُسپر کرم محمد کا
تا قیامت رہے بجاہ و جلال

ہے جہانگیر جسکا حسن خطاب
اور لب پر ہے اسکی بخشش و جود
کاشف راز نکتہ مشکل
صدق غربا دان و کذب محال
شیر دل یکہ تاز شاہ سوار
دادگر داد رس کرم گستر
کہ ہے کس شیر مرد کا یوتا
بھاگے تھے ہتھیار چھوڑ کر حملہ
اور وہ تنہا تھا شہر کے اندر
بھاگا گھبرا کے لشکر کفار
حاتم وقت رستم دوران
ورنہ ہوتا وہ باپ سے اچھا
جیسے اسکے دلیر تھے اجداد
فضل مولا کا سایہ احمد کا
نام نواب والی بھوپال

صاحب حسن اور اہل تمیز
لعل لب سیم تن گہر دندان
صاحب فضل و حلم و علم و عمل
نکتہ دان نکتہ سنج نکتہ نگار
ملک ملک بخش ملک ستان
نہین دنیا مین کوئی اسکا نظیر
تھا وہ ثانی رستم دوران
مردمی اسکی ایک ہے ادنیٰ
حملہ کرتا تھا دمی پر جب
نام اُسکا وزیر تھا مشہور
تھا پدر سے بھی اپنے بڑھ کر
اب تلک وہ اگر رہا ہوتا
امن و امان سے ہے نواب
عمر اُسکی خدا دراز کرے
ہے جو شیرین کلام مسکین

ہے مگر اپنے وقت کا پرویز
خرد مین عقل پیر بخت جوان
ہمہ دان سخن عدیم مثل
لطف جو لطف خو لطیفہ شمار
گنج بر گنج گیر گنج رسان
ہے وہ بیشک امیر ابن امیر
اسکو سب جانتے تھے پر جوان
کہ بڑا تھا جب سجگہ گھیرا
بھاگ جاتے تھے سامنے سے سب
اسکو سب جانتے ہین شاہ وزیر
آدمی کیسے اُسکو آپ کہ شیر
دیکھتے سب کہ کیا ہوا ہوتا
دولہ نواب جسکا ہے القاب
تاج دولت سے سر فراز رہے
آگے کہنا اسکے قصۂ شیرین

سنکے جسکو ہو خوش ہر اک سردار
تا بر آوے ترا ابھی مطلب کار

در تمہید کتاب مسمی بہ چشمۂ شیرین مشتمل صفت تالاب غیرت چشمۂ ماہتاب خصوص ذکر جمیل دیوان خوشوقت رائے صاحب بہادر کہ سلسلہ جنبان نظم این فسانہ شیرین شدند

ایک شب تھی جو چاندنی کی بہار
سیر دریا کو مین اٹھا اک بار

پھٹ گیا ابر ہٹ گیا تھا سحاب
صاف تھا مطلع شب مہتاب

فصل تھی وہ زبس گل و بل کی
گرمجوشی تھی بلبل و گل کی

رقص کرتی تھی موج باد نسیم
لکھنو سا تھا عطر دان شمیم

تھا زمین سے فلک تلک وہ نور
نور سے تھا خلا وہ کل معمور

تھا جہان مین کہین نہ گرد و غبار
ہان مگر تھا بخاطر اغیار

نور افشان تھا چشمۂ مہتاب
نور آگین تھا چشمۂ تالاب

پہونچا آخر مین تا لب تالاب
تھا جو تالاب چادر مہتاب

سطح نوری تھا وہ ہر آئینہ
موج تالاب تھا ہر آئینہ

اسمین مین دیکھتا تھا صورت شوق
کہ وہ آئینہ تھا مجھے مطلق

آب اسوقت ذوق شوق مین
سر کو ہر سنگ سے ٹپکتا تھا

موجزن تھی ہوا باوج اسدم
وجد مین تھی ہر ایک موج اسدم

مرغ دریا تھے ذکر مین اسکے
چشم گریان تھی فکر مین اسکے

دود انکا بخار الفت تھا
دل ماہی مین خار الفت تھا

آئنہ تھی وہان ہر ایک خندف
چشم حق بین بھی سینہ چاک صدف

تھے بیاد خدا دانا تر
بسکہ سباح دانۂ گوہر

جلوہ آرا تھا عالم مہتاب
ماہ سے تا بماہی تالاب

سیر کرتا رہا وہان تا دیر
خوب اس سیر سے ہوا جب سیر

بزم دیوانجی مین پھر اس رات
ہوا وارد بموجب عادات

تھی وہ محفل بسان باغ ارم
دیکھکر جسکو ہو خوشی خرم

سیر کیا خوش ہین اس مکان کے بھاگ
بھوک لگتی ہے جسکو دیکھکے بھاگ

یعنی وہ خوش مقام تھا اسکا
نام خوشوقت رائے ہے جسکا

ہے وہ دانائے کار اور ہشیار
خیرخواہ ریاست سرکار

وقت کا اپنے ہے وہ افلاطون
تھا ارسطو بپیش جسکے نگون

ہے لطیف المزاج نیک سیر
ہے وہ ہمتیک بزرجمہر دگر

اسکو کیا دے کوئی نصیحت نیک
ہے وہ علامہ اپنے وقت کا ایک

ہے وہ اخلاق لطف مین سرگرم
جسکی باتون سے سنگ سخت ہو نرم

وہ سخن فہم اور سخن خوان ہے
خود سخن سنج اور سخندان ہے

لائق وصف ہے وہ صاحب جود
حق تعالی رکھے اسے خوشنود

چند اشخاص وان تھے جلوہ کنان
شعر خوان نکتہ فہم معنی دان

دیکھکر مجھکو سب ہے بشاش
بولے خوش آمدی برادر باش

مرحبا کہکے مین وہان بیٹھا
پھر لگا ہونے شعر کا چرچا

کوئی پڑھ درد کے اشعار
پڑھکے ہوتا تھا مضطرب ہر بار

کوئی پڑھتا تھا شعر مومن خان
کوئی ناسخ کا مطلع دیوان

کوئی پڑھتا تھا قصیدۂ ذوق
تھا کسیکو ضمیر سے شوق

تھا کسیکو خیال سودا کا
سخن سوز پر کوئی غش تھا

کوئی پڑھتا تھا قطعۂ جرات
کوئی پڑھتا تھا مسند رفعت

مصحفی کا کوئی سخن سنتا
صفحۂ دل پہ نقش تھا اسکا

کوئی پڑھتا تھا مثنوی حسن
کوئی کہتا تھا قصہ ہائے سخن

کوئی راقم تھا شعر انشا کا
کوئی حسرت کی بات کہتا تھا

تھی کسیکو بہت ہوس کی ہوس
کوئی آتش سے گرم تھا از بس

کوئی پڑھ پڑھ کے شعر گویا کا
قوت اک ناطقہ کو دیتا تھا

کوئی مسرور کے سخن سے بجوش
کوئی غافل بجز کرے بیہوش

ذوق کے شعر سے کوئی بیتاب
مضطرب مثل سینۂ سیماب

منتظر تھا کوئی سخن کا مرے
تاکتا تھا سخن دہن کا مرے

کوئی ممنون کا بس ہوا ممنون
کوئی محزون کے شعر سے محزون

کوئی خندان تھا بر کلام نظیر
کوئی گریان تھا بر سلام ضمیر

کوئی پڑھتا تھا مطلع رنگین
کوئی شعر مرصع تسکین

جب یہ گرمی ہان سخن کی ہوئی
خود بدولت نے مثنوی تقی

ہاتھ مین اپنے لے پڑھا اسکو
فرق سے لے کے تا بپا اسکو

گرم و سرد اسمین شعر تھے اکثر
چاہا اپنا بھی جی اسے سنکر

کہ کوئی قصہ گرم اب کہیے
کہ یہ بس آگے سرد ہو جسکے

کتب معتبر سے ہو وہ صحیح
کیجے اردو مین نظم بسکہ فصیح

آیا فرہاد کا وہان پھر ذکر
مجھکو شیرین لگی بس اسکی فکر

زہر شیرین ہوئی وہ فکر تمام
ہو گیا تلخ بس وہین آرام

ہر کوئی اپنے قال مین تھا مست
مین اُسی کے خیال مین تھا مست

نیم شب جب گذر گئی ناگاہ
آیا گھر مین یہ بندۂ درگاہ

آنکھ جھپکی نہ میری ساری رات
طائر خواب اُڑ گیا ہیہات

نیند آئی نہ تا سحر یعنے
نظم کرتا رہا در معنے

چشم بیدار تھا دل مسکین
خواب نوشین تھا قصہ شیرین

الغرض مین نے یون کہا اسکو
آگے کرتا ہون برملا اسکو

ہے یہ پر درد قصہ شیرین
نام اسکا ہے چشمۂ شیرین

در بیان ہرمز بن نوشیروان و بر تخت نشستن خسرو

یا الہی سخن کا یارا دے
طاقت موم سنگ خارا دے

ہوا کسرے جہان سے جب معدوم
ہے مورخ سے اسطرح معلوم

پہونچا ہرمز کو تاج و تخت اسکا
دولت و مال و رخت سب اسکا

جملہ جاہ و جلال اسکو ملا
فتح مال و منال اسکو ملا

عدل افزا تھا جیسا اسکا باپ
ویسا ہی ظلم کا ہوا وہ باب

عدل اپنے مین یہ بھی تھا کامل
پدر اسکا اگرچہ تھا عادل

اور اوصاف اسکے ہین بسیار
پر وہ انصاف مین تھا یکہ و کار

ہے بڑا نام جسکا تھا اکنون
عدل چھوٹا سا ایک کہتا ہون

ایک بیٹا تھا اسکا جان عزیز
نام تھا اسکا خسرو پرویز

یعنی پرویز شہرۂ آفاق
تھا وہ آداب علم مین بس طاق

تھا دلاور کہ رستم دستان
چھوڑ دے جسکے سامنے میدان

تھی اسی جود سے بس اسکی نمود
حد سے افزون تھی اسکی بخشش و جود

حسن مین اپنے وہ یگانہ تھا
اور علامۂ زمانہ تھا

کیا کرون اسکا وصف حسن معاش
تھا سخن سنج اور بڑا عیاش

آگے اسکے ہے بزم عشرت جم
تحمل تابوت خانۂ ماتم

الغرض وہ کمال کا گھر تھا
قدردان سب کا اور سخنور تھا

ایکدن وہ بعین فصل بہار
گیا صحرا کو بہر سیر و شکار

طیر اور وحش کو کیا نخچیر
بہ پلنگ و ببر و زو نیزہ و تیر

تھا وہ مشغول صید مین گلفام
پھیلا عالم مین دام گیسوئے شام

سرخ چشم نہار صید ہوا
باز چشم سیہ اڑا اشہب کا

شہر خورشید ہو گیا پنہان
ہوا آہوی ماہ جلوہ کنان

ہوا آخر گوش روز اسکا شکار
چھوڑا اشہب نے سیاہ گوش اکبار

لٹ گیا روز ہو گئی جب شام
رہا پھر شکار کا ہنگام

تھا وہ باغ ارم کا چشم و چراغ
ایک موضع کے متصل اک باغ

گلبن سرو سبزۂ انگور
تھے سب اپنی مراد پر بھرپور

شاہ اور سب رفیق وان پہونچے
تاک کی تاک کے جہان خوشے

دیکھے ہنستے ہوئے گل ریحان
ہو گئے باغ باغ سب خندان

اترا اس باغ مین غرض وہ شاہ
اور جتنے تھے شاہ کے ہمراہ

نغمۂ دیخوری کا جوش ہوا
ایک کا ایک کو نہ ہوش ہوا

غیرت آفتاب رشک قمر
تھا غلام اسکا اک پری پیکر

اُسنے اک خوشۂ تاک کر توڑا
اسنے اس سے کو کھا گیا گھوڑا

کر دیا سب نے باغ کو برباد
اسنے یہ ظلم جو کیا ایجاد

پہونچی ہرمز کو یہ خبر جسدم
اسپ کو ذبح کر کے چھوڑ دیا
اور اک عمدہ اسکا ہی اخلاق
یعنی اک شخص ہو کے چین سے تباہ
تھا مصور وہ غیرت مانی
گو بظاہر لباس رکھتا تھا
اک مکان میں وہ شہر کے اترا
تھا جو اسباب ظاہری اسکا
کر کے دروازہ بند غیرت سے
تین دن سے اسے ہوا ہی کیا
پہونچی ہرمز کو پھر یہ اسکی خبر
کیون نہ وہ شخص مرتبہ پاوے
ساتھ اسکے جو تھے کئی دانا
دیکے اسکو شراب اور غذا
بدولت کو تو نے رنج دیا
شہ نے سن یہ لطیفہ دلخواہ
اسکو کہنے میں عدل اور اخلاق
کوئی اسپر کرے نہ اک افسوس
چھوڑ مسکین تو اس کہانی کو
ہوئے اسکے شفیع لیر وزیر
یعنی شاپور بھی ہوا شامل
جبکہ خشم اسکا ہو گیا موقوف
ہو خسرو کا اب قصور معاف
کر کے اس قید سے رہا اسکو
بعد چند غنیم مرگ آیا

ہوا غصے میں آکے بس برہم
اور خسرو کو سخت قید کیا

مالک بلغ کو دیا وہ غلام
حق انصاف اسکو کہتے ہین

حکایت اخلاق ہرمز بن نوشیروان عادل

دار داس شہر میں ہوا تا گا
اور علم وادب میں لاثانی
ایک کوڑی نہ پاس رکھتا تھا
پھر تلاش روزگار رہا
پھر قوت ضرور سب بیچا
کام لینے لگا وہ غفلت سے
کہ نہیں اسکا دکھلا دیکھا
سنکے وہ شاہ ہو گیا مضطر
جسکے در پر شہ زمان آوے
کھول در اسکی نبض کو دیکھا
لائے اصلاح پر مزاج اسکا
یعنی بدنام تو نے ہمکو کیا
کیا اسکو مقرب درگاہ
جیسا وہ کر گیا شہ آفاق
جائیں وہ اپنے جی سے لبن بابوس
کہہ وہ کہتا تھا جس کہانی کو
صاحب عقل اور پر تدبیر
موجب حل عقدہ مشکل
غرض مدت میں سب کو معروف
پھر کرے گا نہ کام شہ کے خلاف
پس لیا عہد خود کیا اسکو
روئے صعب اپنا اسکو دکھلایا

پہلے آسودہ تھا وہ خوش کردار
نام شاپور اس جو انکا تھا
ظاہر اتھا غنی وہ ساکن چین
پر نہ پوچھی کسی نے بات اسکی
صرف یون اسنے چند ماہ کیے
ہو گئے تین جب سے فاقے
آگے اک دو نے در پہ دستک دی
آیا انجام یہ آپ ہو کے سوار
ہے قناعت کا مرتبہ اعلے
دیکھکر نبض یون لیے حاذق
پھر یہ سلطان نے اسکو فرمایا
بولا اگر میں حضور میں جاتا
ساتھ اپنے حضور میں لایا
اور یہ وقت ہے کہ سو مسکین
مالک ملک کو یہی لازم
حال خسرو کا تنگ آنے لگا
آئے ہرمز کے سامنے با شرم
باتوں باتوں میں شہ کو نرم کیا
کہ وہی شاہزادہ بسکہ مطیع
رحم بس بادشاہ کو آیا
ایسے سلطان جہاں کم ہوں گے
کر دیا آخر اسکا در تاراج

اور دہقانوں کو رخصت وانکا تمام
عادل وصاف اسکو کہتے ہین
جسکا اب تک ہی شہرہ آفاق
پھر نصیبے نے کر دیا ناچار
شہر چین خاص تھا وطن انکا
پر حقیقت میں تھا وہ مسکین
ہو گیا عرض جوہر ذاتی
پھر رہا رخت بھی نہ پاس اسکے
لوگ ہمسایہ کے یہ کہنے لگے
پر نہ اسنے سنی نہ اپنی کہی
کیون نہ خوابیدہ بخت ہو بیدار
نیز بانو کا ہی سخن بالا
مرض جوع اسے ہی بس لاحق
کیون تو بارگاہ تنگ آیا
شاہ ہون میرے در پہ کب آتا
جو کہا تھا ظہور میں لایا
قتل ہون گر بہ تیغ ظلم آگین
کر رکھے سکی وہ خبر ہرد کم
قید سے اسکو تنگ آنے لگا
لگے باتوں سے کرنے شاہ کو نرم
سرد اسنے وہ قہر گرم کیا
عجز اسکا ہی بارگہ میں شفیع
پھر تکلیف حکم فرمایا
جیسے اخلاق عدل اسکے تھے
آیا خسرو کے ہاتھ تخت اور تاج

جیسا اسکا تھا باپ اور دادا
کر لیا سب کو مال دیکے مطیع
اتنی ہی جو کرے کوئی تعمیل
بے صلاح اسکے کچھ نہ کرتا تھا
کیا لکھوں قصہ اسکا بس طویل
لکھ وہ میٹھے کلام ای مسکین
دے وہ جام جہان نما ساقی
حال غائب کا آشکار ہوا
عقل جس سے دو چند ہو جاوے
جو تواریخ سے ہوا مفہوم
شاہ ایران و والی ارمن
سیمران شیرین اور مہین بانو
اور کہتے تھے اسلیے شیرین
جس سے اسنے کوئی کلام کیا
عورتیں ہی تھیں اسکی خدمتگار
نسترن بوجوا سمن تھی مختار
ساتھ اسکے مدام رہتی تھی
رہتی شیرین شکار میں دن رات
جس طرف کو وہ اک نگہ کرے
پڑ گئی اسکے تل پہ جسکی نگاہ
جسنے دیکھے وہ جنبش ابرو
جسنے دیکھا وہ نشتر مژگان
جسنے دیکھے وہ گوہر دندان
جسنے دیکھے وہ لب کے تابندات
دیکھے اسکا اگر کوئی سینہ

یہ بھی ویسا ہی بادشاہ ہوا
کہ ہے بخشش کا سب سے رتبہ رفیع
ہو نہ ہرگز مہمان خوار و ذلیل
نام پر شہ کے وہ بھی مرتا تھا
اور زمانہ ہی کر رہا تعجیل
گوش دل جس سے سکے ہون شیرین

بلکہ کچھ انسے بھی ہو یہ دو چند
بے ہی زر کام دوست دشمن کا
شاہ خسرو نے جب جلوس کیا
اسقدر اسنے انتظام کیا
ایک اسمین ہی بس نہین ہی تمام
شکل تسخیر میں تری باتیں

آغاز داستان شیرین کہ سیمران و مہین بانو نیز نام او بود والی آرمن و ایران دختر بار قرن شاہ بود و شیر شکر غذا داشت مع پرستاران

اسکو کرتا ہوں اسطرح مرقوم
فی الحقیقت وہی تھی یہ غنچہ دہن
نام ہیں اس صنم کے یہ تینو
کہ کمال اسکا تھا سخن شیرین
ایک ہی بات میں غلام کیا
عورتوں ہی سے تھا اسے سروکار
تھی وہ شیرین کی محرم اسرار

ملک ارمن میں ایک شہزادی
کوئی اسکے نہیں مقابل تھا
سیمران نام مخص ہی اسکا
وجہ تسمیہ اسکی ہی یہ صحیح
اس شکر لب کی کیا کہوں بات
عورتوں ہی کی فوج اور افواج
ہوشیار اور مزاجدان تھی وہ

در صفت حسن شیرین.

کرتی باغ دہلد میں دن رات
سنگ ہو وہ بھی ایک آن کہے
ہو گیا دانہ سپند وہ آہ
زخم شمشیر کا لگا اس کو
صاف اس سکی کھل گئی رگ جان
دانت پیسا کئے بصد افغان
دست بر زانو رہ گیا ہیہات
ہاتھ ہو اور خدنگ بر سینہ

تھا وہ حسن لطیف اور شیرین
دیکھے ہس سر کے جس غریب بال
جسنے وہ زلف پر شکن دیکھی
جسنے دیکھی وہ نرگس فتان
دیکھا جس شخص نے گل رخسار
دیکھے گردن کے اسکے جو دورے
جسنے دیکھے وہ ناز نین بازو
ان سبھی کی جو دیکھے ہو گم

کر دیا سب کو لطف سے خرسند
تیغ زر کی ہی تیز آہن سے
کیا شاپور کو وزیر اپنا
باپ دادا کا نیک نام کیا
آگے اسکے ہی اور بھی کہنا
جان تصویر ہیں تری باتیں
جس سے کھل جائے کیونکر باقی
آئینہ صاف خشت و خار ہوا
دہن تلخ قند ہو جاوے
سلطنت کی وہ اپنے مالک تھی
اسقدر اسکو حکم حاصل تھا
مہین بانو ادب سے اسکو کہا
تھی وہ شیرین کلام بسکہ فصیح
تلخ ہی جسکے آگے شاخ نبات
تسخیر میں ملک دا رو گر خراج
ایک علامہ زمان تھی وہ
رات دن صبح و شام رہتی تھی
تھا وہ جوبن ملیح اور نمکین
ہو گیا اسکا سیر جو اسکو بال
پیچ کھانے لگا لبس اسکے بھی
نرگس آسا وہ رہ گیا حیران
سینہ گل کھا کے کر دیا گلزار
کاٹے جل اور رید جان توڑے
تڑپا اسکے ہات میں تا بو
بود وہ بخدوم ہم جہان گرشتہ

سرے پا تک وہ قد و قامت تھا
نہ تھا وہ قد مگر قیامت تھا
اتفاقاً اگر کوئی تکتا
ہوتا بس اسکو عالم سکتا

حرف اُسنے بس اشارت کی
صف دلہائے خلق غارت کی
جو کرے عشق ایسی شیرین سے
ہاتھ دھو وہ جان شیرین سے

جا بجا سے اسے پیام آئے
ایلچی ہائے روم و شام آئے
پر نہ کرتی تھی وہ کسی کو قبول
رہتی تھی اپنے عشق مین مشغول

ساقیا مجکو بس وہ ساغر دے
خود بخود جس سے عشق آجاوے

در بیان فریفتہ شدن خسرو باستماع جمال و جاہ و جلال آن شیرین مقال

شاہ خسرو نے جب سنی یہ خبر
ہو گیا سنتے ہی وہ بس مضطر

دل مین درد عجیب بس اٹھا
مرض بے طبیب بس اٹھا
دود دل آہ سے نمود ہوا
لعل لب جوہر کبود ہوا

وصف سنتے ہی ہو گیا شیدا
شکل گر دیکھتا تو کیا ہوتا
تھا جو رخسار اسکا غیرت گل
ہو گیا شکل زعفران بالکل

ہو گئی تلخ عشرت شیرین
زخم الفت ہوا نمک آگین
کھویا آرام و عیش و خواب و خورش
ہو گیا سخت نعل در آتش

راز دل کا زبان پر آیا
حرف مطلب دہان پر آیا
ضبط اُسنے ہزار عشق کیا
پر چھپانے سے عشق کب چھپتا

محرم راز تھا جو اُسکا ندیم
یعنی شاپور صاحب تدبیر
اس سے کہنے لگا وہ عشق اسیر
باتاسف بدرد و نالہ و آہ

کہ لگا دلمین تیر الفت کا
ہوا مین تو اسیر الفت کا
فوج کو حکم دے کہ ہو تیار
خواہ پیادہ ہوا مین خواہ سوار

اسکو لانا مجھے یہان اکبار
جان شیرین وگرنہ ہے دشوار
صلح گر ہو گئی تو اچھا ہے
ورنہ لڑ بھڑ کے اسکو لانا ہے

کیجے وہ کام جس سے یار ملے
خاک مین آہین گو دیار ملے
ملک اور ملک ہے اسکے سبب
ہے سبب آتش ان ہی کے سبب

وہ نہ ہووے تو پھر نہین آرام
تلخ شیرین بغیر ہے سب کام
سنکے شاپور نے دیا یہ جواب
اسمین شہ کی نہین ہے اب صواب

کہ مبادا مقابل شیرین
ہووے شاید نہ شاہ فتح قرین
پھر تو ذلت کمال ہے شہ کو
ایسی ذلت خدا نخواستہ ہو

کہ زبان پر یہ خاص و عام کے حرف
ہووے جاری کہ ماجرا ہے شگرف
بور تو نے بہادری یہ ہوئی
فوج یک لخت ماردی شہ کی

ہاتھ آئے نہ گوہر مقصود
اور ہو لعل سلطنت مفقود
یہ صلاح قصور دولت ہے
اسمین عزت نہین ہے ذلت ہے

ہان مگر ایک اسکی ہے تدبیر
کہ بہر شکل شہ کی ہو تصویر
تجھسا کوئی نہین جہان مین حسین
ہے تو ہی خسرو اور تو ہی شیرین

ساتھ لیکے وہ شکل لیجاؤن
وان بہر صورت اسکو دکھلاؤن
ہے یقین ہو فدا اسی کا دل
جسکو تو سنکے ہو گیا گھائل

کہکے یہ اور کھینچ لی تصویر
باتون باتون مین اسکی لی تصویر
کھینچی شاپور نے وہ شکل ایسی
جسپہ قربان ہو لاکھ جی سے پری

ساقیا وہ شراب مجکو دے
جس سے کیفیت نگار دکھے

در بیان رفتن شاپور مع تصویر خسرو و عاشق شدن شیرین بر تصویر

شہ سے شاپور نے یہ فرمایا
جلد جا اب نہ دیر کر تو ذرا

ہو کے رخصت وہ ہو رہا شاپور روان
رہ مقصود پر ہوا جولان
جتنا سامان تھا تجارت کا
دے اُسے اور وداع ادھر کو کیا

رات دیکھی نہ اسنے دن دیکھا
ایک مہ منزل سفر مین رہا
الغرض وہ بشکل سوداگر
ہو بجا در لشکر پری پیکر

غرض صورت جو وان نظر آئی
ہوئی شیرین کو بس خبر اسکی
ہوا معلوم ایک تاجر ہے
پاس اسکے عجب عجب ہے شی

صبح بلوا حضور مین اپنے
کی ہر اک شی ظہور مین اپنے
تھا یہ عیار اپنے مطلب کا
اسنے بھی سب نمود کی اشیا

ایک تصویر شاہ خسرو کی
اسکو جھلکا بتلا کے پھر رکھی
کہا شیرین نے دیکھیں کیا ہے چیز
جسکو تو نے چھپایا ہے عزیز

کہا شاپور نے امانت ہے
اسکو دکھلانا اک خیانت ہے
اور بھی اسکو ایک شوق ہوا
اسکی نظارگی کا ذوق ہوا

کہا شیرین نے کیا قباحت ہے
دیکھنے مین نہین خیانت ہے
غدر بیہودہ اور اُسنے کیا
پھر ورق ہاتھ مین وہ اسکے دیا

جبکہ تصویر بے حجاب ہوئی
جان شیرین پُر اضطراب ہوئی
دیکھ صورت کو اڑ گئے بس ہوش
شکل تصویر رہ گئی خاموش

تیر الفت کا اک لگا دلمین
لب سوفار ہو گیا دلمین
عشق نے آخر اپنا کام کیا
عیش شیرین کو تلخ کام کیا

دل ہی دلمین کہا یہ اسنے آہ
کی عبث مین نے اس ورق پہ نگاہ
جمع کر اپنے منتشر اوسان
بولی اے تاجر عزیز از جان

کسکی یہ شکل جان دلکش ہے
جسکے دیکھے سے دلمین آتش ہے
بولا خسرو ہے نام اس شہ کا
شاہ نوشیروان کا ہے پوتا

ایسا رکھتا ہے جاہ اور جلال
ایسے ہین وصف اور اسمین کمال
نام اُسکا تو اُسکو تھا معلوم
ہوئی وہ شکل بھی غرض مفہوم

اور بھی شوق نے لیا اسکو
عشق نے مضطرب کیا اسکو
نسترن بو سے حال دل کہکر
کیا آراستہ غرض لشکر

یک بیک اپنی فوج و لشکر سے
کر دیا کوچ سمت خسرو کے

در بیان آگاہ شدن خسرو ازین مژدۂ جان بخش و سرعت نمودن باستقبال او

ساقیا دے وہ بادۂ محبوب
جس سے طالب ہو خود بخود مطلوب
دے وہ مجکو شراب انگوری
جس سے اٹھ جائے پردۂ دوری

شاہ خسرو نے جب سنی یہ خبر
خوش ہوا آراستہ کیا لشکر
یار کا اب سلکے اک زمانہ ہوا
یہ بھی اس سمت کو روانہ ہوا

اک مہینہ انھین سفر مین کٹا
غلبۂ شوق یک دگر مین کٹا
دن جو ملنے کے عنقریب ہوے
شوق طرفین سے غریب ہوے

فاصلہ جبکہ صد کروہ کا رہا
شوق از حد قبول انکا بڑھا
وعدۂ وصل چون شود نزدیک
آتش شوق تیز تر گردد

وہ سوار سمند شوق ہوئی
اسنے بھی اسکے سمت سبقت کی
تھا جو شیرین کا توسن طرار
نام اُسکا تھا بلو خوش رفتار

تھا وہ توسن جو مرکب پرویز
نام اس بادپا کا تھا شبدیز
چلا تنہا ادھر سے یہ خسرو
اور ادھر سے وہ دل بعشق گرو

منزل ماہ کر گئے دونون
کیا کہون اسقدر گئے دونون
ایک چشمہ پہ آکے وہ ٹھہری
اک گلستان مین اسنے منزل کی

غلبۂ تشنگی سے ہو کے حزین
ہوا جویائے چشمۂ شیرین
باغبان سے غرض کیا معلوم
کہ یہ ناری پیاس کی مخموم

کہا وہ حوض جو لبالب ہے
آب حیوان کا وہی مشرب ہے
اسنے چاہا کہ جاہ پر چلیے
پی کے یک جام راہ پر چلیے

اور اسنے کیا ارادۂ باغ
کہ کہین سرد ہو جگر کا یہ داغ

در بیان ناگاہ شدن ملاقات خسرو و شیرین و بیہوش شدن ہر دو و رسیدن ہر دو لشکر و بہوش آمدن و مراجعت نمودن بعد نکاح

ساقیا دے وہ شربت دیدار
جس سے بیہوش ہون در و دیوار

یہ اُدھر سے ادھر سے وہ آئی
شوق نے دونو شکل دکھلائی
راہ پر جبکہ وہ دو چار ہوے
تیر ہائے نگاہ پار ہوے

عقل نے اسکی اسکو بس جانا
عشق نے اسکے اسکو پہچانا
دونون غش کھا کے گر پڑے یکبار
نقش دیوار ہو گئے ناچار

پیاس کو اسکے کیون نہو تسکین — آب جو آئے چشمۂ شیرین
ہو نہ سرد اسکا کس طرح دماغ — کہ ملے باغ مین وہ غیرت باغ
رہے بیہوش وہ کہون کب تک — دونون لشکر بھی آگئے جبتک
فوج لشکر نے انتشار کیا — خلق نے اپنا اپنا کار کیا
باغ کی سمت کوئی آنے لگا — جانب چشمہ کوئی جانے لگا
اسپ ہر اک کا تھان پر آیا — وائے دیلا زبان پر آیا
ہوئی ان دونون کی خبر سبکو — سب گئے بھول اپنے مطلب کو
نسترن بو بسرعت اور شاپور — گئے دونون جہان سے وہ رنجور
چھڑکا ان پر گلاب کا شیشہ — اور سنگھایا شراب کا شیشہ
دونون پھر اپنے ہوش مین آئے — اپنی حالت کو دیکھ گھبرائے
نسترن بو بناز اور شاپور — پڑھتے یہ شعر تھے وہ ہو مسرور
دل کو آرام جان کو کل ہے — آج جنگل مین ہمکو منگل ہے
الغرض دونون وہ سوار ہوئے — ایک محمل مین ہمکنار ہوئے
سرگذشت اپنی پوچھتے جاتے — جو کہ گذری تھی اسکو فرماتے
جبکہ خیمہ کے وہ قریب ہوئے — گرم آواز بس نقیب ہوئے
ہوئی لشکر مین دھوم شادی کی — کی مہیا رسوم شادی کی
شیرین اسکے نکاح مین آئی — جان شیرین صلاح مین آئی
یار با عز و جاہ و تخت ملا — پھر کے خسرو کو تاج و تخت ملا
دونون لشکر بیک نشانہ ہوئے — جلد مدین کو پھر روانہ ہوئے
جبکہ داخل ہوئے بملک و دیار — قصر شیرین الگ ہوا تیار
اسنے کی اپنی بارگہ منزل — ہوئی وہ اپنے قصر مین داخل
آگے افسانہ انکا ہے بسیار — اسکی بیفائدہ ہے اب تکرار
کہ نہین فرصت زمانہ ہے — اور کہنا بڑا فسانہ ہے
قصہ کوتہ وہ رشک حور جمال — اتری اس قصر مین پری تمثال
تھین پرستار بیشمار اسکی — غنچہ لب ور گلعذار اسکی
لیک خدمت مین تھین ہزار کنیز — صاحب حسن اور اہل تمیز
تھی ہر اک تازہ اور ادا مین گرم — سخت دل بسکہ اور صورت نرم
تھا خورش شیر جان شیرین کا — وہی شرب مدام تھا انکا

دربیان آزردہ شدن شیرین بسبب عدم رسی شیر از چراگاہ کہ قصر بسیار دور بود و آگاہ شدن شاپور و اظہار کردن وصف فرہاد عشق آباد

جام ساقی دے اب محبت کا — کہ اٹھائے سبب محبت کا
ایکدن شیر مین ہوئی تاخیر — ہوئی شیرین ملول اور دلگیر
سب کنیزون نے بھی کیا شکوہ — کہ ہے بس دور شیر کا چشمہ
اسمین شاپور آن پہونچا قرین — بہر تفتیش خاطر شیرین
دیکھکر یہ کمال گھبرایا — گل رخسار اس کا مرجھایا
کہا کچھ خیر ہے پری پیکر — کس لئے ہو اداس اے دلبر
ہے تو ہی تاج و تخت کی مالک — ہے تو ہی جاہ و بخت کی مالک
کیا ہے وہ بات جس سے ہے غمگین — کر خبر مجکو اسکی اے شیرین
کہا ہے خیر کچھ نہین افسوس — لیک اک شیر سے ہوئی مایوس
شیر وقت سے ہے جی رنجور — کہ چراگاہ ہے یہان سے دور
کیا کہون آہ سخت مشکل ہے — کہ یہ کمبخت کوہ حائل ہے
ایسی اک نہر اسمین بنجاوے — شیر جو بہکے وانسے یان آوے
تا کہ سب شیر اپنے گھر مین ہون — جانور گرکہ کوہ دربن ہون
ہوئی وہ جو اداس ماہ لقا — از برائے عدم رسی غذا
کہا شاپور نے کہ اے مہ من — شاہ ایران والی ارمن
اتنی ہی بات پر ہوئی بیدل — بنبنا یان نہر کچھ نہین مشکل

سہل اسکا علاج ہے مخدوم — از برائے خدا نہو مغموم
اک مہندس کمال ہے استاد — ساکن چین نام ہے فرہاد
فیلتن شیر دل ملک تمثال — کوہکن کوہ ساز کوہ چھال
قوم سے میری وہ یگانہ ہے — اور علامۂ زمانہ ہے
مین نے اور اسنے اک شہ اقلیم — ایک صانع سے پائی ہے تعلیم
مین نے خامۂ مصوری کو لیا — اسنے تیشہ کو اختیار کیا
گو کہ یون اسکا ہم سبق ہون مین — پر وہ دفتر ہے اور ورق ہون مین
ہے رمل کے وہ علم کا کامل — ہندسہ اور نجوم مین عامل
اور ریاضی مین ہے عدیم مثل — ماہ سے تا بماہی اسفل
اور صنعت کی کیا کرون تقریر — ہے وہ شاگرد صانع تقدیر
آگے اسکے ہے ایک اہل نجوم — ہے وہ استاد چین صانع روم
نرم سخت اسکے آگے ہے یکسان — موم ہے آہن یا کہ ہو سندان
جانب کوہ گر نگاہ کرے — کوہ کو ایک پل مین کاہ کرے
گر کوئی تجھ سا اسکو یاد کرے — کوہ ہامون کو گردباد کرے
گر وہ اپنے کمال پر آوے — مہر کو مثل ذرہ دکھلاوے
تیشہ جب وہ اٹھائے عالی فن — سامنے اسکے کوہ ہے دشمن
کوہ مرمر کے ایک توڑے سنگ — توڑ ڈالے وہ کوہ یک فرسنگ
ہاتھ مین اپنے گر وہ تیشہ لے — بیستونکو وہ بیستون کردے
سنکے شیرین نے پھر یہ فرمایا — ہے وہ ایسا تو جلد اسکو لا
اسنے تسلیم اور بجا آداب — لی اجازت چلا وہانسے شتاب
کرکے اسکو تلاش جب پایا — حکم شیرین تمام فرمایا
اور کہا ہین بڑے بس اسکے بخت — یاد جسکو کرے وہ صاحب تخت
کسکی قسمت مین اسکی ہے تقریر — غیر از حسن منشاء تقدیر
قصہ کوتاہ صاحب صنعت — شاد و شاد آیا تا در دولت
ہوا ڈیوڑھی پہ جلکے استادہ — عشق بھی آگیا پس پردہ

دربیان تشریف آوردن جناب معلی القاب غارتگر مصر و دمشق سلطان عشق و تاراج کردن کشور آرام فرہاد محنت آباد

ساقیا جلد کر مجھے اب سیر — آمد عشق مین نہین کچھ دیر
وقت اندازہ ڈھونڈھتا تھا عشق — کچھ سبب تازہ ڈھونڈھتا تھا عشق
اپنی تدبیر مین لگا تھا عشق — سر پر اک کوہ کے کھڑا تھا عشق
ایک دل کو نہ جبتلک پھڑکائے — چین ہرگز نہ عشق کو آئے
نیک و بد کی نہین ہے اسمین تمیز — خواہ زلیخا ہو خواہ اسمین عزیز
عشق کا سب سے غیر مذہب ہے — اس گھرانے کا اور مشرب ہے
مشغلہ چاہیئے ہے کچھ اس کو — ہو وے فرہاد یا کہ خسرو ہو
سب سے الفت تمام رکھتا ہے — لاگ سے اپنے کام رکھتا ہے
سوز ہو وے نہ جسکے دلکے بیچ — ہے وہی شخص اسکے آگے ہیچ
اسکو دکھلائے صورت زیبا — اسکو اسکا کرے وہین شیدا
ہے نہین چین رات دن اسکو — کہین لگا لگائے بن اسکو
دلمین وہ بات یہ بٹھاتا ہے — جس سے دل فتنہ اک اٹھاتا ہے
روز و شب اسکی ہے فسون سازی — سحر کامل ہے اسکی دمسازی
کان مین پھونکتا ہے کچھ ایسا — کہ وہ دیوانہ ہی بس ہوتا
لاکھ دانا کرین گر اسکا علاج — آوے اصلاح پر نہ اسکا مزاج
اسکی نیرنگیان کہون کیا آہ — ہے کہین یہ کتان کہین ہے ماہ
کہین شیرین ہوا کہین فرہاد — کہین مانی بنا کہین بہزاد
کہین عاشق بنا کہین محبوب — کہین یوسف بنا کہین یعقوب
نائے نل مین بھی ہو دمساز — اور کبھی دامن دمن مین ناز
دل رانجھا مین جا گھسا یہ شریر — اور بھڑکائی جلکے آتش ہیر
کہین لیلی ہوا کہین قیس — کہین احمد بنا کہین یہ ویس
باغ مین جا کہین یہ سرو ہوا — کوہ پر جا کہین تدرو ہوا

کہین وامق ہوا کہین عذرا — اسے جو ن سکا وہ کر گذرا
سوز پرداز ساز بلبل ہے — ناز گل اور نیاز بلبل ہے
دیر مین ہے کبھی حرم مین کبھی — شیخ مین ہے کبھی صنم مین کبھی
مظہر حق ہے یہ ہر آئینہ — جلوہ گر اس سے ہے ہر آئینہ
جا بجا اس سے کیا حرارت ہے — سنگ مین بھی بھری شرارت ہے
بس گران ہے پہاڑ الفت کا — بیستون بھی ہے اسکا اک ذرا
الغرض عرض بیگ نے جا کر — کی بصد عجز و انکسار خبر
جان فدا باد ای یگانہ عصر — کہ وہ موجود ہے یگانہ عصر
خادمان حرم سے یہ بولی — کہ پس پردہ دو اسے کرسی
بیٹھی آپ بھی وہ حسن ناز — کرسی ناز پر بصد انداز
درمیان اک حجاب حائل تھا — پس پردہ وہ نیم بسمل تھا
جو مکان اب اسے نصیب ہوا — وہ مکان شہ کو کب نصیب ہوا
عطر سے پر دماغ تھا فرہاد — کیا کہون باغ باغ تھا فرہاد
دلمین کہتا تھا اپنے وہ شیدا — پردۂ غیب سے ہو کیا پیدا
دیکھیے کیا حضور مین آوے — غیب سے کیا ظہور مین آوے
اُسنے درج دہن کیا پھر باز — سخن در فشان کیا آغاز
قفل گنج کلام کا کھولا — باب دار السلام کا کھولا
کچھ شکر ریز جب کلام ہوا — کام فرہاد تلخ کام ہوا
کچھ بھی کہنے نہ پائی اپنا کلام — کہ ادھر اسکا ہو گیا بس کام
سنتے ہی کیا کہون وہ خستہ جگر — کھا کے چکر گرا زمین اوپر
رعشہ اک اسکی جان و تن مین پڑا — زلزلہ جسم کو ہر بن مین پڑا
جبکہ کرسی سے وہ گرا لب فرش — کرسی اوپر ہوئی تلے ہو فرش
آئی افتادگی کی جب آواز — ہوئی دریافت گروہ حسن ناز
کہ پس پردہ کوئی جا دیکھو — کیسا صدمہ ہوا خبر تو لو
سب نے دریافت کریہ کی تقریر — کہ لگا ہے سخن کا اسکو تیر
سمجھا اسنے بھی آخرش یہ بدل — کہ یہ باتون سے ہی ہوا بسمل
اور کچھ اسکی اب نہین تدبیر — ہے علاج اس کا مرہم تقریر
اس مثل کا جہان مین ہے رواج — آگ سے آگ کے جلے کا علاج
لطف آمیز کی جو پھر گفتار — خواب غفلت سے وہ ہوا بیدار
طبع اسکی صلاح پر آئی — عقل اسکی فلاح پر آئی
آیا اک ہوش مین وہ جب بیہوش — بیٹھا پردے سے وہ لگا کر گوش
جون جون وہ بات کو بناتی تھی — جان مین جان اسکے آتی تھی
شیرین شیرین جو تھا وہ اسکا کلام — یہ سمجھتا تھا غیب کا الہام
کیونکہ پردے سے یہ لگا گوش — کہ وہ آواز تھی ندائے سروش
قرب منزل مین کیا کہون اسکا — قاب قوسین سے بھی ادنی تھا
جبکہ دیکھا کہ یہ ہوا ہشیار — کام سے اپنے پھر کیا ہشیار
کہ سنا نام تیرا اے فرہاد — تو ہی عالم مین ہے جہان استاد
مین نے شاپور سے کیا معلوم — تیرے اوصاف سب ہے مفہوم
تو بجا لائے گر یہ میرا کام — تجکو دونین خراج ملک انعام
مجکو درکار ہے یہان اک نہر — مثل آب اسمین شیر کھاوے لہر
ہے چراگاہ یان سے دو فرسنگ — ایسی تدبیر سے تراش وہ سنگ
کہ وہ تسنیم تا حرم آوے — مثل نہر اسمین شیر لہراوے
آتا ہو گلہ تجھے عطا انعام — کہ نہ تا عمر پھر کرے کچھ کام
اسنے جو سخت کام اس سے کہا — بے تامل قبول اسنے کیا
کر کے اسکو قبول کہنے لگا — ہو کے خوش وہ ملول کہنے لگا
دو بتہ مجکو اس مکان کا اب — کہ وہین کاٹون جاکے روز و شب
جبتلک ہے چشمۂ شیرین — تلخ ہے مجکو اپنی جان حزین
لاؤن اک مہ مین مثل ماہ اسے — تا کہین حملہ شیر جاوے اسے
ساقیا دے وہ اب پیالۂ شیر — جسے دیکھون بہار چشمۂ شیر

دربیان عاشق شدن فرہاد بر آواز شیرین

الغرض وان سے وہ بشوق آگاہ — ہو کے رخصت چلا بنالہ و آہ

و کندیدن چشمۂ شیر بحکم آن شیرین تقریر

ساتھ لے اپنے وان سے اک محرم — بتلاش سراغ غول غنم
پہونچا کنار جائے چشمۂ شیرین — یعنی جس جا تھا گلۂ شیرین
دلمین اپنے کہا کہ اے فرہاد — کس طرف سے اسے کرون ایجاد
یون اگر کھودے تو یون جاوے — یون اگر توڑیے تو یون ٹوٹے
غیر اس سمت سے ہے دور دراز — اور ادھر سے ہے بس نشیب و فراز
اسطرف سے ہے حد کئی فرسنگ — اور ادھر سے بلند ہے وہ سنگ
اسطرف [illegible] سنگ حائل ہے — اور ادھر سے کمال مشکل ہے
گر ریاضی و ہندسہ مین تیز — آخرش اک طرف کوئی تجویز
حضرت دل سے کر کے منصوبہ — ہاتھ مین لے لیا غرض تیشہ
کوہ پر مار کے الا اللہ — نکلی سینہ سے کوہ کے اک آہ
زور کا اسکے کیا بیان مین کرون — زود کوب اسکی حد سے تھی افزون
دست مین اپنے جب لیا تیشہ — دشت اور کوہ مین پڑا لرزہ
ضرب تیشہ سے کانپتی تھی زمین — اور پڑتی تھی اسکے چین جبین
رنگ ہوتا نہ تھا وہان میلا — اور کرتا تھا کوہ واویلا
کام کرتا تھا اسطرح فرہاد — دست در کام اور بلب فریاد
راندن تھا نہ یک نفس آرام — تھا وہی کام اسکو بس آرام
اس روش اسکو جب کیا اک شہر — تا در دولت اسنے کر دی نہر
اسقدر اسنے صاف کی وہ راہ — جسپہ اگلے کبھی نہ نار نگاہ
بال کا بھی نہ فرق تھا اسمین — اور بدل آب عرق تھا اسمین
جبکہ شیرین نے یہ سنا اخبار — آئی بے اختیار ہو کے سوار
دیکھ اس جو کو صاف اور بے غرق — بحر حیرت مین ہو گئی مستغرق
بولی وہ کیا ہی آدمی ہے یہ — کام انسان کا نہین ہے یہ
وہ تو کیا اس مکان پر آئی — آفت اک اسکی جان پر آئی
یہ لگی کہنے اس سے غیرت ماہ — آفرین مرحبا جزاک اللہ
قول کو اپنے تو بجا لایا — مرحبا شیر جو بجا لایا
خوش ہوئی مین کمال اے فرہاد — چاہیے اسمین تو بھی ہو آزاد
شیر جو پر ہوا بچشمۂ شیر — نور کی قصر تک بھی ایک لکیر
فیل تھا کوہ عاج تھی وہ نہر — شیر ماہی تھی اسکی ہر اک لہر
چشمۂ شیر تھا وہ نو سرشت — موج چین جبین حور بہشت
دیکھ اس سلسبیل کو شیرین — ہو کے اسدم زبس سرور آگین
کان سے اپنے چند لعل و گہر — کھول کر اور ہاتھ پر رکھکر
کی اشارت کہ لے اسے فرہاد — ہے یہ اک اک خراج ملک بلاد
کوہکن نے ادب بجا لا کر — ہاتھ سے لے فدا کیے پا پر
اور کہا یہ ہون حضور کے پاس — مجکو ہر سنگریزہ ہے الماس
جو جواہر کہ ہو درخشندہ — گوش محبوب مین ہے زیبندہ
جو کہ اشیا جہان مین ہے خوب — ہے سزاوار زینت محبوب
چاہیئے لعل تاجدارون کو — چاہیئے خاک خاکسارون کو
جو کوئی ساکن بیابان ہو — اسکو یاقوت داغ ہجران ہو
خستہ دل ہو جو اے بہار من — اسکو لخت جگر ہے لعل یمن
جو کوئی ہووے خستہ جان و جگر — اسکو ہے سلک اشک سلک گہر
جسکو دنیا کی کچھ نہو ہوس — اسکو ہر سنگ پارہ ہے پارس
مجھسے کیا لون کہ دل دیا تجھکو — دینا لینا نہین روا مجھکو
گوہر جان نثار ہے تجھ پر — لعل کیا جان نثار ہے تجھ پر
مہین بانو نے پھر کیا ارشاد — کچھ تو اسمین سے اب تو لے فرہاد
لاوے تو شیر جو کئی فرسنگ — اور نہ لے ہمسے کچھ تو ہے اک ننگ
کام بیگاری مین کرے مزدور — بادشاہون کا یہ نہین دستور
اسنے ہر چند اس کو سمجھایا — پر نہ لینا تھا کچھ نہ اسنے لیا

دربیان مجنون شدن فرہاد خبر ابا

ساقیا دہ دُرد مغیلان دے
اُس مئی نرگسی سے کر سرشار
اس پری نے اسے ہزار دیا
عشق شیرین نے اپنا کام کیا
جیب و داماں کو چاک چاک کیا
کوہ کو چھوڑ دشت مین آیا
آہ و نالہ تھا ہمنشین وہان
غول آہو کے ساتھ پھرتا تھا
چشم کا اسکی جو گذرتا خیال
جب خیال اسکی چال کا آتا
جب گذرتا خیال مین وہ تل
مارا مارا پھرے تھا صحرا مین
کتنا دل کو وہ زار بہلاتا
اسکو جس وقت بھوک لگتی تھی
آخرش خشک کام رہتا تھا
بستر خاک تھا اسے قالین
قصہ خوان اسکے وقت خواب شغال
دیدۂ غول تھا چراغ اسکا
داغ پہلو مین لب پہ نالہ تھا
حد سے افزون تھی بیکسی اسکو
مہر تابان تھا دست مہر پدر
بعد ہفتے کے یا کہ عشرے کے
اس بہانے سے مین ہان چلتا
دمبدم تیرا نام لیتا ہے
خوش ہو وان تو زبادۂ گلگون

دبیقرار گردیدن بصحرای وحشت بنیاد و نالہ و فریاد و آغاز نہادن آن عاشق شیدا در عشق آن غزال رعنا

جز غم و درد اسنے کچھ نہ لیا
آ جنون نے اُسے سلام کیا
تن کو زیب لباس خاک کیا
چرخ کی طرح گشت مین آیا
نام شیرین تھا آشنائے زبان
گاہ اُٹھتا تھا گاہ گرتا تھا
دیکھتا غور سے جو چشم غزال
کبک کے پاس کوہ پر آتا
دیکھ لیتا وہ داغ اپنا دل
بس بیچارا پھرے تھا صحرا مین
نہ بہلتا ہزار بہلاتا
بھاگتا تھا وہ باد جنگل کی
بھوکا پیاسا مدام رہتا تھا
یار بہلو تصور شیرین
چھپے کرتے تھے ناز مین غزال
اور مغیلان تھا خانہ باغ اسکا
یہ سپر تھی وہ اور بھالا تھا
بسکہ بھاری پڑا تھا جی اسکو
دامن کوہ دامن مادر
پاس آتا وہ شیر بیشے کے
خونبہا اپنا دیکھ اسے پاتا
نام پر تیرے جان دیتا ہے
کاسۂ چشم مین یہان ہے خون

کیسے ہوتے ہین لعل اور گوہر
پانون وحشت نے اپنے پھیلائے
الغرض دیکھ صورت شیرین
ہر مغیلان کو آشنا سمجھا
شیر دو ہمدم و شفیق اسکے
یاد کرکے اسکے گیسو کو
جب مژہ کا تصور آتا تھا
یاد آتی جب اُس صنم کی کمر
سرو قامت جب اسکا یاد آتا
جب دل بیقرار گھبراتا
داغ دل رشک داغ لالہ تھا
جبکہ ہوتی تھی اسکو خواہش آب
اسکو یک لحظہ بھی نہ تھا آرام
خار و خاشاک تھا پلنگ اُسکا
ایسی راحت سے کاٹتا تھا رات
آشنا تھا نہ دوست اسکے پاس
ہمدم اور آشنا سے تھا مایوس
نہ رفیق اُسکا نہ کوئی ہمدم
ہوتا جب گرسنہ وہ جان حزین
دیکھکر ہیچ شیر کو کہتا
اور کہتا ہو جو چشمۂ شیر
یاد تجھکو بھی ہے کسی کی کچھ
ہائے یہ کیسا خدا کا ہے انصاف

جس سے صحرا کو کیفیت آوے
جس سے آہوئے دشت ہون غمخوار
آپ ہی ہو چلا یہ بس جو سر
ہاتھ سودے نے اپنے دکھلائے
بھاگا صحرا کی سمت جان حزین
ہر بگولے کو دلربا سمجھا
وہی محرم وہی رفیق اسکے
چوم لیتا تھا شاخ آہو کو
خار آنکھون سے وہ لگاتا تھا
دیکھ لیتا پلنگ کو جاکر
پس بگولے ہی کو چمٹ جاتا
کوہ پر گاہ نہر پر آتا
نہ تھا صحرا وہ باغ لالہ تھا
اشک پیتا تھا جاکے سمت شراب
گر پڑا جس جگہ وہی تھا مقام
پاسبان شیر اور پلنگ اسکا
کرتا اسطرح سے بسر اوقات
بلکہ رہتا تھا دور وہ بر اس
ہاتھ تھا اور زانوئے افسوس
لیک سایہ نہ چھوڑتا تھا قدم
دوڑتا سمت چشمۂ شیرین
کاش اسمین مرا لہو بہتا
تیری جانب سے کچھ تقریر
جانتی ہے کسی کے جی کی کچھ
او بت سنگدل بعشق معاف

تو رہے قہر سنگ مرمر مین
نام شیرین کو کرکے ورد زبان
ساقیا دے وہ بادۂ انگور
دے وہ جام شراب رسوائی
ہوا ہمدم یہ شور در آفاق
عشق پردہ نشین کا فاش ہوا
لاکھ پردے مین گرچہ ہو غماز
راز با سفلہ دولت بسیار
پرتو مہر جلوۂ مہتاب
کہ ادب سے بعید ہے لے شاہ
کہ ہے اک شخص بس جہلن اُستاد
حرف بیہودہ منہ پہ لاتا ہے
جس گذر مین ہے پادشاہ امم
جو محل ہے حضور کو مرغوب
جیسے حضرت کا تھا گیا لشکر
نام اسکا مدام لیتا ہے
جبکہ خسرو کو یہ ہوا معلوم
سوز غیرت نے کر دیا اسے گرم
کہ عجب آدمی ہے یہ بیباک
قہر سلطان جو جوش پر آیا
کسطرح سے نہ دل مین آگ لگے
ہے جو وہ ناتوان مرا ہمسر
یان تلک نابکار آوے تو
سچ ہے یہ مثل ہے بقول کسے
ایک دانا نے پھر قریب آکر

اور پھرے مارا مارا ہر بر مین
ہوتا پھر وان سے سوے غیر دوان

تیر سے پہلو مین دستم انگیز
اور نالہ کو گرم کرتا تھا

دربیان مشہور شدن فرہاد در عشق شیرین و خبر یافتن خسرو از بیتابی او

کہ ہے شیرین کا کوہکن مشتاق
شیشۂ شرم پاش پاش ہوا
کھولدے ایکدم مین سو پردہ راز
تا برون خفی نہو زنہار
انکو کیونکر کرے کوئی بحجاب
جو کرے ذکر بالتوسے درگاہ
ہے زمانہ کے کام سے آزاد
اسکا جو چاہیے جی سنتا ہے
ہے اُسی رہ کا وہ بھی نقش قدم
ہے وہی اسکو بھی بجان مطلوب
باندھ وہ بیٹھا ہے وہ بھی آپہ کمر
نام پر اس کے جان دیتا ہے
بس غضبناک وہ ہوا معلوم
اور بھڑکی جگر مین آتش شرم
ایسا ہوگا یہ کوئی زیر سماک
قتل فرہاد دل مین ٹھہرایا
پارہ سے غیر کی جو آگ لگے
لگے چیونٹی کو ہین مگر لب پر
شکل اپنی ذرا دکھاوے تو
بھوت بھاگے ہے مارکے آگے
عجز و آداب سب بجا لاکر

شہرہ اسوقت کا جہان مین اٹھا
عشق نے اپنا رنگ جتلایا
اندشۂ عشق و کیفیت مے کی
حُسن محبوب شعلۂ آتش
چرچے جب جابجا لگے ہونے
پر ضرورت ہو کیا کرین ناچار
نام فرہاد کوہکن اس کا
جس پر پردہ یہ عشق ہے شہ کا
شہ ہے جس شمع کا پروانہ
جو کہ ہے مونس شہ خسرو
نیک بد کا نہین ہے پاس اسکو
جان سے اپنی تنگ آیا ہے
سوز حسد قہر شعلہ خیز ہوا
ایک تحیر مزاج پر آیا
کہ نہ وہ شاہ اور گدا سے ڈرے
گرد وہ رشک رقیب تھا اسکا
دل سے کہنے لگا وہ یہ تقریر
جبتک اسکو نہ کرون تیر اجل
عشق کا سب مزا نکلجاوے
شہ تھا قہر و غضب ہیچ شرار فزا
کہا گر یاسکہ سے جان کی لے

ہو فرہاد اور ہو پرویز
دل کو ور ورد سے نرم کرتا تھا
جسکی مستی مین عشق ہو مشہور
جسکا ہر ایک ہو تماشائی
طشت خورشید آسمان سے گرا
حسن نے اپنا رنگ دکھلایا
ہضم ہووے نہ یہ کسو سے کبھی
تا قیامت نہو یہ دم در کش
کی غرض عرض شہ سے اک دو نے
اسطرح سے سنا ہے یہ اخبار
دشت اور کوہ ہے وطن اسکا
وہ بھی ہے بس کتان ماہ سیما کا
وہ بھی ہے اُس پری کا دیوانہ
ہے وہان وہ بھی قبل بہ انیس گرد
شرت سے ہرگز نہین ہراس اسکو
اسنے شیرین پہ زہر کھایا ہے
او وہ شعلہ شرار تیز ہوا
اور تغیر مزاج پر آیا
خلق سے اور نہ وہ خدا سے ڈرے
وصل جوئے حبیب تھا اسکا
کیجے اس کو جوہر شمشیر
نام رکھون نہ خسرو پرویز
پھر نہ الغت کا نام یاد رہے
تھے سب استادگان خموش سجا
تو یہ بندہ ہو کچھ عرض رسان

۱۲۶۳
اردو

پاکے مرضی وہ یہ لگا کہنے
آپ کے عم کے ساتھ کیسا کیا
شاہ یہ سنکے ہو گیا آگاہ
کہا قتل اسکا ظلم ہے ظاہر
کیجیے بلوا کے سرد و گرم اُس سے
تیغ آہن سے تیغ زر ہے کرخت
خنجر زر سے قتل اسکا ہے خوب
کہا سب نے صلاح دولت ہے
ساقیا دے وہ جام بادۂ خوش
کیے جاسوس شاہ نے پیدا
ہر نظر باز شکل دان ہشیار
اور یہ فرمایا شاہ خسرو نے
ما بدولت کا پہلے کہنا سلام
تیرے ملنے کا شوق ہے شہ کو
کام اک تجھسے شہ لیوے گا
دیکھیو بس خفا نہ ہو فرہاد
حضرت بارگہ سے سن ارشاد
کہا لینا وہان سراغ اس کا
وہی محل خرام ہے اُس کا
چلے بستی سے کوہ و صحرا کو
ہوے پھر منتشر ہر یکسو
خار سے لیکے برگ تک دیکھا
اسکو پھر پھر کے جابجا دیکھا
دیکھا پھر پھر کے بحر بھی پھر خوب
مثل مرمر رہے یہ پا فرسود

کہ سنا اور دیکھا ہے شہ نے
اور حضرت پہ بھی ہے کچھ گذرا
بولا بیساختہ معاذ اللہ
ہے نتیجہ بدی کا بد آخر
یا کہ دے مال لیجے شرم اُس سے
زر سے ہوتا ہے نرم آہن سخت
کہ یہ زر ہے ہر ایک کا محبوب
اسمین بیشک صلاح دولت ہے

عدل دادا کا خلق بابا کا
پیروی چاہیے ہے انکی ضرور
منفعل پس وہ اپنے دل مین ہوا
کہ وہ بیچارہ بیگناہ ہے بس
عقل نے اسکو یہ کیا تعلیم
بس جہان مین عزیز ہے سبکو مال
ہے غرض سبکو اپنے کام سے کام
آخرش سب کی یہ ہوئی تدبیر

شہ کو شاید نہین وہ یاد رہا
آگے جسطرح ہو رضائے حضور
رحم پھر اُسکی آب و گل مین ہوا
اسکو اک قہر کی نگاہ ہے بس
کیجیے نقد اسکو کچھ تسلیم
مال دے کیجیے اسے پامال
پڑ گیا ہے یا کہ آم سے کام
زر کی پہنائیے اُسے زنجیر
جس سے عاشق کی ہو دلشکن تلاش
از برائے تجسس فرہاد
منتخب اسمین سے کیے گئے دس
کیجیو ہر طرح اُس کا اطمینان
غلبہ آرا ہوا ہے شوق حضور
بہر شیرین لب و شکر تقریر
کچھ نہ اس خستہ جان کو گھبرانا
مال و جاگیر یان سے پاویگا
آیا جلد انکے پاس پھر شاپور
دیکھ اُسجا کو پھر ادھر آنا
سمت صحرا و وادی منحوس
تھا جہان کا سنا انھون نے پتا
بن گئے آپ دامن صحرا
کہین پہونچے نہ اس سرے تلک
کہ وہ وحشی نہ انکے ہاتھ لگا
پھرے نعل مراد سے مایوس
اور اٹھائی بہت پشیمانی

در بیان فرستادن جاسوسان بتلاش فرہاد بصحراے درد بنیاد

بیک جاسوس آزمودہ کار
کہ نہ آزردہ کوہکن ہووے
بعدہ آرزوے شوق تمام
دیدہ کا تیرے ذوق ہے شہ کو
خوب انعام تجھکو دیوے گا
لائیو تا حضور اس کو شاد
ہوئے راہی بجستن فرہاد
وہی جنگل ہے خانہ باغ اسکا
وہی صحرا مقام ہے اُسکا
دیکھتے بھالتے ہر اک جا کو
رخ کیا اپنی اپنی جانب کو
پر کہین بھی لگا نہ اسکا پتا
پر نہ ملنا تھا وہ نہ انکو ملا
ہاتھ آیا نہ گوہر مطلوب
پر نہ پہونچے بمنزل مقصود

ہوئے حاضر وہ بارگہ مین جب
جبکہ تکو ملے وہ سوختہ جان
سنکے صنعت کو تیری جو آرزو ہے
کہ ہے درکار اک نئی تعمیر
دم دلاسے سے اسکو بہلانا
کوہکن کو جو کوئی لادے گا
نکلے باہر کو جب زپیش حضور
وان نہ پاؤ تو اس جگہ جانا
سنکے شاپور سے چلے جاسوس
پہونچے اُسجا جہان تھا وہ صحرا
یان تلک دور اس مکان کا کیا
کوہ سے لیکے باغ و راغ تلک
ایک ہفتہ جب اسطرح گذرا
پھر گئے کان کوہ مین جاسوس
خاک صحرا کی خوب سی چھانی

پھرتے پھرتے جو تھک گئے یکبار
اسکو جو ہم بیان یاد نکلے
اسجگہ کا بتائیے کیا ڈول
یک نظارہ وہان سے دوڑایا
ڈرتے ڈرتے گئے یہ اسکے پاس
ذکر شیرین کو سنتے ہی فرہاد
رویا پھر بس وہ عاشق ناشاد
عشق شہ را اپنا جب دکھاتا ہے
پھر کہا اس سے ہمسخن یہ سب
اور کہا بسکہ ہے ترا اشتاق
نام شیرین مجھے کفایت ہے
مشتمل کر بیان شیرین کا
بارگہ کے قریب جب پہونچا
پانون کو اپنے پھر سنبھال لیا
ہو داخل سراے خسرو مین
رعب شہ کا نہ داب محفل کا

بار کر رخ کیا بسوے دیار
شکل کیا شاہ کو دکھا دین گے
کہ جب دیکھ آوے دل کو بھول
عاقبت اک جوان نظر آیا
لرزہ تن مین انھون کے دلمین ترس
بستر خاک پر گرا ناشاد
سب سمجھے کہ ہے یہی فرہاد
دشمنون کو بھی یہ رلاتا ہے
لطف فرمائے کوہکن یہ سب
وہ شہنشاہ صاحب اخلاق
یاد اسکی کمال دولت ہے
ذکر لا درمیان شیرین کا
شہ کو بے اختیار شوق ہوا
رہا بر تخت خسروی بیٹھا
آیا بیباک جائے خسرو مین
ہوش جان کا نہ خوف قاتل کا

پھر وہ کہنے لگے یہ آپسمین
گئے پھر اس مکان کو کر کے صلاح
آسمان سا وہان تھا ایک درخت
شکل ہے اسکی بسکہ ہیبتناک
دور سے اسکو جھک سلام کیا
اٹھکے پھر انکے پانون چوم لیے
اس نے رو رو کہا جو اپنا حال
عشق کامل ہے منزل ہمہ اوست
پہلے اسکو سلام شاہ کہا
بولا شہ کی مجھے ہے کیا پروا
پھر دلاسا انھون نے اسکو دیا
آخرش کوہکن کی کر منت
چاہا سبقت کرے سو فرہاد
اتنے مین اسطرح وہ عاشق مرد
یون وہ دیوانہ الست آیا
آیا جو وہ دلاور جان ریز

کسطرح سے حضور شہ مین چلین
کہ کلیجا وے جسکو دیکھ ارواح
چڑھ چکے اُس پہ دل گرا اپنا کرخت
اور سر پر اڑا رہا ہے خاک
اور شیرین کا کچھ کلام کیا
اور ہزارون ہی انکو سجدے کیے
رو دیے روتے انھین بھی غش آیا
اسکے آگے ہے ایک دشمن و دشت
بعد اسکے پیام شاہ کہا
آپ ہی شاہ ہو مین آپ گدا
اور کچھ زر لگا کے ڈھب کا لیا
لیگئے اسکو تا در دولت
خسروی اسمین آگئی جو یاد
لب پہ نام حبیب رخ پر گرد
کیجیے گویا کہ فیل مست آیا
رہ گیا دنگ خسرو پرویز

در بیان آوردن فرہاد محنت بنیاد در محفل خسرو و سوال و جواب کردن ہر دو

ساقیا دے شراب لعل شتاب
پوچھا کیا نام ہے ترا استاد
کہا ہے کون اُس دیار کا شاہ
کہا کیسی ہے وان کی عقل و تمیز
کہا کیا خلق کا ہے وان مذہب
کہا کیا ہے لباس خلق وہان
کہا وان شہ کا کیا ہے جاہ و حشم
کہا کیسا ہے بند و بست وہان

کہ ہے سلطان سے سوال و جواب
کہا جانباز عاشق فرہاد
کہا سلطان عشق ظل اللہ
کہا بہتر ز دانش پرویز
کہا اکثر ہین وان جنون مشرب
کہا تن زیب جامۂ عریان
کہا ادنی کو وان ہے شوکت جم
کہا ہر خانہ غیرت ویران

شاہ کرنے لگا جو اس سے سوال
کہا عاشق کہان ہے تیرا وطن
کہا اُسجا کا کیا ہے نام نہاد
کہا کرتے ہین کیا وہان سب کار
کہا وان کیا ہے اکل و نوش بشر
کہا خلقت کا وان ہے کیا زیور
کہا کرسی ہے وان کی آبادی
کہا کیا خوب ہے وہان کی زمین

وہ بھی دینے لگا جواب محل
کہا در ملک عشق دار محن
کہا ملک خراب عشق آباد
کہا مشق تصور دلدار
کہا بس لخت دل اور خون جگر
کہا سنگ سرشک ننگ گہر
کہا ہر مرد و زن ہے فرہادی
کہا بیشک نہین ہے اسمین فریب

کہا اگر وان کوئی غنیم آوے
کہا کیا ہے وہان سلاح و سپاہ
کہا الفت نہین ہے ننگ کسب
کہا الفت مین سخت حرمت ہے
کہا شیرین کا کیا ہے تو شیدا
کہا شیرین حرم ہے میری خاص
کہا مانگے اگر وہ سر تیرا
کہا بے خانمان ہے کیون مضطر
کہا آرام کیونکر آئے تجھے
کہا شیرین کہان کہان تو عزیز
کہا کتنا ہے اسکا عشق تجھے
کہا کیا جائے گا تو اسکے حضور
کہا دولت لے چھوٹ اس سے غرض
کہا شیرین سے اب تو کر پرہیز
کہا چل دور دل ہے اگر
کہا خاموش رہ نہ بک بیسکل
کہا اس خسروی مین ہے بیباک
جبکہ باتوں مین بھی نہ وہ آیا
کہا فرہاد اب تو اسکو سنے
جبکہ مطلق کیا نہ اسنے خیال
سخت عاجز ہوا شہ والا
جان گھل گھل کے اپنی دے اسجا
کہا اے کوہکن دل شیدا
یہ جو رہ مین ہے بیستون حائل
تیری ہمت کہ جانتے ہین سب

کہا نئی الفور وان سے ترک پاوے
کہا تیغ فغان و نیزۂ آہ
کہا کرتے ہین اسکو عالی حسب
کہا عاشق کو عین رحمت ہے
کہا صد شکر ذات پاک خدا
کہا مجھکو بھی اس سے ہے اخلاص
کہا ہرگز گردن نہ دیر ذرا
کہا از دست عشق غارتگر
کہا شیرین اگر بلائے مجھے
کہا الفت مین کچھ نہین ہے تمیز
کہا بہتر ہے جان شیرین سے
کہا یہ کیا ہے کوہکن سے دور
کہا دولت سے کب مٹے ہے مرض
کہا یہ کام اب کرے پرویز
کہا تو ہے پرے سرک خسرو
کہا بیہودہ تو نہ کر تکرار
ایسا دیکھا نہین کوئی بیباک
پھر زر و سیم اسکے آگے رکھا
اور استغنا عاشقی کو دے
اور نہ سمجھا کہ مال ہے کیا ال
کہ علاج اسکا کیجیے اب کیا
کاش مٹ جائے یہ کہین جھگڑا
ہے یہ اک کام بد ولت کا
گو یا چھاتی پہ سخت ہے اک سل
جو تراشا سے تو کیا عجب

کہا کیسی ہے دانکی فوج و جوان
کہا کرتے ہین کیا وہان صنعت
کہا کیا چیز ہے جہان مین خوب
کہا رہتا ہے کیون تو پھر غمگین
کہا کیون اپنی جان کھوتا ہے
کہا فرہاد نام اسکا ہے
کہا اسکی مٹا تو دل سے چاہ
کہا ہے سخت عشق کی منزل
کہا شیرین ہے والی ارمن
کہا دل سے ہوا ہے تو شیدا
کہا سر مانگے تجھسے گر شیرین
کہا تجھسے مٹے کب اسکی یاد
کہا موقوف کر محبت کو
کہا کر ترک اسکو اے نادان
کہا بس بس گدا بحال تباہ
عاقبت تنگ ہو گیا خسرو
بل بے حاضر جواب شوخ زبان
بلکہ لعل اور گوہر نایاب
آنکھ اسپر ذرا نظر بھی نہ کی
کی بہت اپنی سب نے سحر گری
آخرش ہر ستون دولت نے
شاہ کو بھی یہ مصلحت بھائی
اسکو جو تو بدل بجالاوے
سنگ اس سے بڑا اک اٹھتا ہے
ہو گذرگاہ خاص و عام کا یہ

کہا بسیار خوب اہل جہان
کہا کرتے نہین مین جز الفت
کہا نظارۂ رخ محبوب
کہا از بہر خاطر شیرین
کہا یہ عاشقی مین ہوتا ہے
کہا پھر اور کس کا ذکر کرے
کہا ہرگز نہ ہو یہ مجھسے آہ
کہا عاشق کو کچھ نہین مشکل
کہا بلکہ نہ زمین در زمن
کہا دل کیا ہے بلکہ جان سے فدا
کہا تن سے جدا کرونگا مین
کہا مر جائے جب کہین فرہاد
کہا یہ ہو نصیب حضرت کو
کہا یہ ہو گی عادت سلطان
کہا چپ چپ مغز کہا اے شاہ
سنکے یہ دنگ ہو گیا خسرو
ایسا کوئی نہووے گا انسان
اسپہ افزون کیے بر آصواب
کہ وہ دولت سمجھتی تھا غنی
پر نہ شیشے مین وہ پری اتری
کہا لو کار بیستون اس سے
عقل انکی اسے پسند آئی
محنت اپنی کا بس صلا پاوے
قافلہ پھر کہا کے جاتا ہے
منقذ ہو معمور دم و شام کلیا

ہوئے ہر ایک شخص کو آرام
شور پہونچے گا روم و شام تلک
شاہ جب مدعا حصول کرے
شہ کا جب کام سب بجالاؤن
تھا یہ نزدیک شاہ کے اسدم
تا قیامت نہ ہو گذر اسمین
کہا یون ہی سہی اب اے جانباز
شرط سے اپنی گر مین پھر جاؤن
تو وہ شیرین ہے اور تو فرہاد
بولا بتلاؤ کونسی ہے وہ جا
جب چلا وانکو بارگہ سے نکل
رات دن مین وہان پہ پہونچا
ساقیا جام دے محبت کا
جو وہ پہونچا وہان خوش اندیش
دل مین کہنے لگا کہ اے فرہاد
ضرب ایسی دے اک اسکی لگی
جب ہوا سنگ بیستون کچھ پاش
تھا جو وہ کوہ چرخ کا ہمدوش
بیستون کیون نہو وہ نابنیاد
تھا تصور جو اسکی صورت کا
کوہ کو جو تراشتا تھا وہ
کہتا ہر شکل سے کہ دلبر من
اذر بت تراش تھا فرہاد
کیا بیان کیجیے اسکی صنعت کا
کوئی محتاج گر وہان جاتا

اس سے بہتر نہین ہے کوئی کام
نام ہووے گا تا قیام ترا
شرط میری بھی اک قبول کرے
مین بھی اپنی مراد بھر پاؤن
اگر کرے قتل اسے بہ تیغ ستم
خفر بھی ہو نہ راہبر اسمین
ہے خدا شاہد اور مسیح گواہ
نام مردون مین پھر نہ رکھوں اپن
اور نہ بیلچہ ہے اور نہ تو ناشاد
بیستون کا کدھر کو ہے رستا
ہوئی گویا کہ منزل اول

بیستون کاٹ شاہرہ کر دے
سنکے فرہاد نے کہا اے شاہ
یعنے ہو تارک مہین بانو
سنکے خسرو کو اک غضب آیا
پر یہ سمجھا کہ بیستون سا کوہ
یہ تو ہے سنگ اتنی ہو گر خاک
جبکہ کاٹے تو بیستون تمام
ایک مدت کا پھر ہوا وعدہ
اسنے فی الجملہ کر لیا اقبال
کر دیا شہ نے ساتھ ایک گروہ
عقل نے اسکی کچھ کی تدبیر

دربیان آمدن فرہاد غارت بنیاد بر کوہ بیستون فلک نورد کندیدن او

ہاتھ مین اپنے لے لیا تیشہ
دیر کیا ہے اب اسمین یا استاد
کہ کمر بیستون کی ٹوٹ گئی
حضرت عشق بولے اے شاباش
تھا وہ کان آہن آئینہ فروش
گاہ تھا کوہ کوہ تھا فرہاد
کام مین بھی اسی کا نقشہ تھا
بس بناتا تھا اس سے شکل نکو
ہوتی اب کیون نہین تو گرم سخن
بلکہ اس سے بھی تھا کہین استاد
ہاتھ مین اسکے سنگ پارس تھا
بت وہان سے کوئی اٹھا لاتا

نہ یہ دیکھا کہ سنگ خارا ہے
ہاتھ مارا پہاڑ پر ناگاہ
عشق نے پیٹھ اسکی سہلائی
وہ جو کوہ کرخت خارا تھا
کاٹتا تھا وہ خستہ جان ہر دم
دست در کار دل بیار اسکا
وہ بناتا تھا شکل شیرین کی
بس بنا مین یہ شکل جانانہ
گو بناتا تھا اسکی صورت کو
ہاتھ مین اسکے بت تراشی تھی
خاک اکسیر وانکی تھی اکثر
اس سے اس بت کو جو کوئی لیتا

جو تجھے چیز چاہئے سو لے
اچھا ہو جائے گر اک اسمین راہ
شاہ پرویز خسروی نے کو
جس سے دربار سارا گھبرایا
یہ تو کیا گر ہزار ہون انبوہ
نہ ملے جز بہ صدمۂ افلاک
لیوے شیرین تو مجھسے ناکام
کہ گر اسمین یہ ہو گیا رستا
بامید وصال حور جمال
ہو لیا ساتھ اسکے اک انبوہ
شوق نے اسکے کچھ کی تاخیر
کوہ کانپا کہ آہ آپہونچا
کاٹتا ہے پہاڑ الفت کا
نہ یہ دیکھا کہ لعل پارا ہے
عشق بازو سے بولا بسم اللہ
شوق نے دی اسے توانائی
آگے اسکے روئی کا گالا تھا
کوہ کرتا تھا الامان ہر دم
تھا یہی بس کہ کار و بار اسکا
تیشہ اسکا تھا خامۂ مانی
بیستون ہو گیا صنم خانہ
پر بناتا تھا اسکی سیرت کو
اور سینہ مین دل خراشی تھی
سنگریزے تھے وانکے لعل و گہر
اسکا اتنا ہی تول زر دیتا

جو کہ مفلس کمال تھا اس جا
ہاتھ میں اسکے جو وہ تیشہ تھا
وہی مفلس کا مال تھا اس جا
کام لیتا تھا اس سے مانی کا
لب دل اور جان میں شیرین
تلخی منہ میں زبان میں شیرین
ہوش سر کا نہ پاکی اسکو خبر
محو شکل تصور دلبر
تھا وہ جو سنگ صورت شیرین
کوہ تھا یا نگارخانہ چین
آہ تھی لب پہ شوق دلمیں تھا
عشق بس اسکی آب و گل میں تھا
یاد دلمیں خیال آنکھوں میں
نام لب پر جمال آنکھوں میں
یاد کر کر کے اسکا حسن و جمال
وجد میں آ کے کھیلتا دھمال
ساقیا دے مئے تصور یار
ہے لڑائی خیال سے اکبار
ہوا جب تنگ جان سے وہ لاچار
لگا کہنے یہ بس پکار پکار

در بیان شکایت کردن فرہاد در راحت از او در تصور و خیال شیرین جمال

آہ اے عشق کیا کیا تو نے
کوہ غم سر پہ رکھ دیا تو نے
کاش مادر نہ مجھکو دیتی شیر
تو نہ ہوتی بلا یہ دامنگیر
کاش سیکھی نہ ہوتی یہ صنعت
تو نہ ہوتی یہ جان کی آفت
کاش تیشہ سے کٹتا میں ہاتھ
تو نہ ہوتا یہ کام میرے ساتھ
کاش ہوتا میں پتھر اسیکی مثل
تو نہ ہوتا میں چاہ غم میں غریق
کاش شیرین نہ مجھکو کرتی یاد
تو نہ ہوتی یہ حالت فرہاد
کاش کرتی نہ وہ کلام ذرا
تو نہ ہوتا میں تلخکام ذرا
کاش ہوتی نہ چشم دید قرین
تو نہ لاتا میں یہ چشمۂ شیرین
جبکہ ہوتا وہ مضطرب پر درد
پڑھتا بے اختیار ہو کے یہ فرد
قصر شیرین کو دیکھکر روتا
گوہر اشک خاک میں کھوتا
دیکھ حالت مری نہیں ہا تو
رحم کر میرے حال پر اب تو
لاکھ تجھپر فدا ہیں گو شیرین
ایک میں بھی ہوں عاشق مسکین
وان لبالب ہو ساغر یاقوت
اور یہاں لخت دل ہو اپنا قوت
لوٹے جوبن کی غیر تیرے بہار
در ترے سے یہ طالب دیدار
کہ ترے نام پر ہی بس جان دون
اور نجانے تو کون ہے مجنون
اے بت سنگ قلب بے پروا
اتنا بھی چاہیئے نہ استغنا
شکل شیرین ذرا دکھادے تو
جام شیرین ذرا پلادے تو
مضطرب ہو کے عاشق جانکاہ
اسکی جانب کو ایک کر کے نگاہ
کوہ غم نے دبا دیا ہے کر
عشق پتھر پڑیں کہیں تجھپر
کاش طفلی میں مر گیا ہوتا
تو نہ آنکھوں سے میں لہو روتا
کاش چین سے نہ میں یہاں آتا
تو نہ صدمہ یہ عشق دکھلاتا
کاش شاپور سے نہ ہوتا یار
تو نہ ہوتا میں اسقدر ناچار
کاش کرتا نہ میرا ذکر وہان
تو نہ کرتا میں درد کے یہ بیان
کاش شیرین نہ مجھکو بلواتی
تو نہ تلخی یہ جان پر آتی
کاش ہوتے نہ سننے کو یہ کان
تو نہ سنگ میں کھودتا یہ کان
کاش دل ہی نہ ہوتا سینے میں
تو یہ آفت نہ پڑتی جینے میں
آہ اے دل یہ تو نے کیسی کی
بت ترے دل کی ایسی تیسی کی
اور کہتا تھا ہائے او دغا
چاند سی شکل اپنی تو دکھلا
تجھکو میری نہیں ہے کچھ پروا
اور یہ مضطرب ہے بن تیرے مرتا
وان ہو جام بلور تیرے پاس
یان یہ ہو سنگریزۂ الماس
غیر سے ہمکلام ہو شیرین
اور یہ تلخکام ہو شیرین
ہو دے خسرو سے تیری گفت و شنید
شرط انصاف سے یہ حق ہے بعید
ہو یہاں رات دن تری بس یاد
اور نہ پوچھے تو کون ہے فرہاد
عشق میں نیک و بد کی ہے یہ تمیز
کوہکن کو بھی جان لیتی دین
ہون زبس تلخکام اے دلدار
دے ذرا لا پلا شربت دیدار
کیا اک ایسا نالۂ جانکن
قصر شیرین میں ہو گیا لرزان

در بیان اثر کردن فریاد فرہاد و رخنہ اضطراب بقصر خاطر شیرین افتادن

ساقیا دے وہ تند تیز شراب
دل معشوق جس سے ہو بیتاب
نالۂ کوہکن سے یکباری
جان شیرین بھی تلخ ہونے لگی
سوز دل سے غرض یہ کی تاثیر
لگی ہونے وہ غنچہ لب دلگیر
جتنی کرتا تھا کوہکن فریاد
اتنی ہوتی تھی وہ پری ناشاد
جتنی کرتا تھا کوہکن زاری
اتنا اسکا بھی بند ہوتا جی
جتنی تغیر اسکی حالت تھی
اتنی اسکی بھی سخت ذلت تھی
جتنی ہوتی تھی بیکلی اسکو
اتنی بےچین تھی مہین بانو
جتنا کرتا تھا سوز یہ جانباز
اتنا ہوتا تھا اسکو سوز و گداز
جتنا یہ تلخکام روتا تھا
اتنا وان خشک کام ہوتا تھا
جتنا ہوتا تھا اسکو رنج و فغان
اسکو ہوتا تھا اتنا درد نہان
جتنا ہوتا تھا اسکا غم پر درد
اتنا ہوتا تھا اسکا چہرہ زرد
جتنا اسکو یہاں تحیر تھا
اتنا اسکو وہاں تغیر تھا
جتنا پر شور تھا یہ دیوانہ
اتنا رنجور تھا وہ جانانہ
جتنا سر مارتا تھا یہ لاچار
اتنی ہوتی تھی مضطرب وہ نگار
جتنا یہ شور و غل مچاتا تھا
اتنا آرام اسکا جاتا تھا
جتنا تھا اضطراب اسکو یہاں
اتنا تھا انقلاب اسکو وہاں
جتنا بیہوش عشق تھا یہ غریب
اتنی مدہوش عشق تھی وہ غریب
جتنا پر درد یہ جنونی تھا
اتنا وان درد اندرونی تھا
جتنا ہوتا تھا اسکو رنج و محن
اتنا دکھتا تھا اسکا عضو بدن
جتنا غش کوہکن کو آتا تھا
اتنا جی اسکا سن سناتا تھا
جتنا یہ کھینچتا تھا نالۂ سرد
اتنا ہوتا تھا اسکے دلمیں درد
جتنا گھبرائے تھا یہ جان حزین
اتنی ہوتی تھی مضطرب شیرین
عاقبت عشق منتہا کے سبب
ہو گئی ایک جان و دو قالب
لیک بالغ تھی اسکو شوکت شان
کہ نہ مطعون کرے کوئی انسان
ضبط کرتی تھی سوز الفت کو
دیکھ خسرو کو اور شوکت کو
کہ مبادا کسی کو ہو معلوم
پہونچی مدین سے یہ خبر تا روم
ایک مزدور سے ہوئی ہمتن
وہ جو شیرین تھی والی ارمن
ایسی پیدا ہوئی یہ بدکردار
نام بارون کا کر دیا بےخوار
نام نوشیروان میں داغ لگا
سنکیا آنے پاس خسرو کا
ناقص العقل عاقبت بین ہے
بیشک و شبہ دین کی دشمن ہے
بس لحاظ اسکو تھا یہ دامنگیر
لیک کی عشق نے عجب تاثیر
خشک لب تلخکام اسکو کیا
چشم تر زرد فام اسکو کیا
ہر پرستار دیکھ اسکا حال
لگی آپس میں کرنے قال مقال
کہ عجب رنگ ہو گیا جی کا
نہیں کھلتا ہے حال بی بی کا
دیکھ یہ شکل سب کے اڑ گئے ہوش
مثل تصویر ہوگئے خاموش
تلخ ہم کیوں نہ ہو دین جان حزین
خشک ہو جائے جب لب شیرین
کیوں دگرگوں ہے حال بانو کا
بس کہے کنیز سے اخفا
کیوں نہ دلتنگ ہوں پرستاران
غنچہ ہو جائے جب لب خندان
دل و جان اپنے کیوں نہ دیں ہم
آہ محبوب جب کرے ہر دم
خادمان کس طرح نہوں مغموم
ہو دے رنجور جب دل مخدوم
کیوں بنائے تھے قصر میں منظر
کھا گئی ہائے بیستوں کی نظر
میں کہتی تھی تمکو ہر دم آہ
منظر بام سے کرو نہ نگاہ
خیر جو کچھ ہوا سو خوب ہوا
پر نہ لونڈی سے اب کرو اخفا
بولی پھر اس سے یہ مہین بانو
کیا کہوں تجھسے جانتی ہے تو
یہ تو اس سوز و ساز میں تھی گم
اور وہ سوز و گداز میں تھی گم
گذری اتنے میں بیستوں کی خبر
کہ ہوا جاتا ہے اسمیں گذر
رہ گیا چند ہاتھ باقی ہے
اگر اسکی حیات باقی ہے
تو کوئی دن میں گر دکر دیگا
شرط خسرو سے اپنی پھر لیگا
حسب دلخواہ مدعا سنکر
آگئی تازگی گل رخ پر
ہو گئی باغ باغ وہ گلفام
اور مخبر کو دیدیا انعام

شوق نظارگی کا اسکی ہوا / سبب آوارگی کا اسکی ہوا

دربیان آمدن شیرین برکوہ بیستون و ایستادن پس پشت فرہاد و دیدن کار او

ساقیا دے شراب جلد سے دم / آوے جس سے کھنچا ہوا وہ صنم
یہ خبر سنتے ہی وہ غنچہ دہن / پھول کر ہوگئی گل گلشن
غنچۂ خشک ہوگیا گل تر / گویا باد نسیم تھی یہ خبر
ایک یک سن یہ مژدۂ جان بخش / بولی ہان لاے تو کوئی ابرش
اسنے توسن جو جلد منگوایا / پس وہ گلگون مثال برق بلا
ڈال سر پر نقاب ہوکے سوار / خور کو پوشیدہ کر چلی اکبار
کردن اس پادیا کا کیا میدان / بان کے کہتے ہی پہونچا یان سے وہان
بیستون کے قریب جب پہونچی / رخ پر نور سے نقاب الٹی
کوہ پر کی جو اسنے ایک نظر / پانی پانی ہر اک ہوا پتھر
موم تھا اسکے آگے سنگ کرخت / نرم تھا سنگ نعل اسپ تھا سخت
ٹھہری جس سنگ پر نہین بانو / نقش ہر نعل اسپ تھا مہ نو
کیون نہ چوچند ہوے اسکا جمال / جسکے پامال ہون چار ہلال
وان کھڑے ہوکے یار کو دیکھا / پر نہ اس کا کہین پتہ پایا
ہوئی پھر آگے بڑھکے استادہ / کہ کدھر ہے وہ شخص دلدادہ
وان بھی اسکا لگا نہ اسکو سراغ / گل شوق اسکا ہوگیا اک داغ
پھر وہ اک سمت کو ہوئی جو یا / وان کھڑے ہوکے سب طرف دیکھا
جا پڑی اسکی اک طرف کو نگاہ / کہ جدھر تھی صدا نالہ و آہ
دیکھا اک سمت کو تو ہے یک دو / ہے وہ اک دود بس غبار آلود
اور تیشہ کی اک سنی جھنکار / سننے سے ہوے جسکے سینہ فگار
اسنے جانا کہ ہے وہی فرہاد / بیشک و شبہ ہے وہی ناشاد
ہے غبار اسکی سنگ کوبی کا / اور دھوان ہے اسکے یہ جی کا
ہے یہ آواز اسکے تیشہ کی / اور یہی جا ہے عشق پیشہ کی
تھا جدھر کو وہ خستہ جان پہونچی / پس پشت اسکے جا ہوئی یہ کھڑی
آدمی تھا نہ اور چرند آسیا / ہوش ہوتے تھے سب کے یہ نہ بجا
دل مین اسنے کہا مین نانو / رہ ذرا چپکی اور دیکھ اسکو
سیر اسکی تو دیکھ ہوکے نہان / ورنہ دیکھا تجھے تو پھر یہ کہان
چپکے چپکے یہ دیکھتی تھی نگار / اور وہ تھا اپنے کام مین سرشار
ہاتھ تھا اسکا کار سازی مین / اور دل و جان تھے عشقبازی مین
توڑتا پہلے اس پہاڑ کے سنگ / پھر بناتا انھین بت ارژنگ
شکل شیرین تراشتا تھا وہ / دلکو اپنے خراشتا تھا وہ
گاہ کرتا تھا نالۂ جانکاہ / گاہ سر مارتا تھا سنگ سے آہ
گاہ کہتا تھا ہاے جان شیرین / گاہ کہتا تھا والے اے شیرین
تیرے وان لعل لب شکرخا ہون / میرے زندان یہان جگر خا ہون
چھوڑ اب ناز اور نعمت کو / دیکھ مجھ خستہ جان کی حالت کو
حد سے گذرا ہے اشتیاق ترا / اب ستاتا ہے بس فراق ترا
پھر یہ کہتا تھا مین کیسا غریب / کہ خبر آکے لیوے اسکی حبیب

دربیان آواز شیرین شنیدن فرہاد و باز دیگر آواز شنیدن او و دیدن دیدار شیرین و بیہوش بخاک افتادن فرہاد

دے وہ ساقی دوآتشہ یکبار / جس سے مجھکو دے دوبارہ اب دیدار
سنکے شیرین نے یہ کیا ارشاد / لے مین آئی ہون دیکھ ادھر فرہاد
سنکے آواز رکگیا بس سن / اور کہا اپنے دل سے ایدل سن
ہے جو دیوانہ اک خیال ترا / تجھکو پر موت ہے اسکی صدا
ایسے تیرے کہان نصیب ایدل / کہ پکارے تجھے حبیب ایدل
ہوتے گر ایسے طالع بیدار / تو نہوتا تو ریزہ کہسار

ایسی قسمت تری کہان تھی خاک / تو کہان اور کہان وصال پاک
کہہ رہا تھا وہ یہ بسوز و گداز / اتنے مین اور اسنے دی آواز
ہکّا بکّا سا ہوگیا مضطر / کہ ندائے سروش ہے یکسر
اسنے چار و طرف جو پھر دیکھا / نور سا اک اسے نظر آیا
حسن شیرین کو دیکھ وہ ناچار / دامن کوہ پر گرا اکبار
ہوسکے پایا نہ اک کلام اسکا / جو سوی ہوا مقام اسکا
یہ اٹھا کر نقاب جھپتائی / کہ بلا اسکی جان پر آئی
اڑگیا دیکھتے ہی طائر ہوش / ہو گئے سنگ اسکے دیدہ و گوش
سامعہ کو دو قرنے گھیر لیا / باصرہ پر غشاوہ آن پڑا
حرکت نبض نے کیا آرام / جان مضطر کو ہوگیا آرام
دشمن جان ہوا جمال جمیل / کیا عیسی نے کار عزرائیل
دیکھ یہ حال اسکا گھبرائی / اور چھائی کمال بھر آئی
چھڑکا رو رو گلاب اشک اسپر / کہ وہ تھا آب خضر سے بہتر
قلعہ معبد عنبرین کا بنا / دیا تھنون سے جلد اسکے لگا
بید مشک عرق جبین سے گرا / کر دیا آب زندگی اسکا
بس وہ بیہوش جان سے ہوش آیا / گریہ از بسکہ وہ سو ہوش آیا
کوہ بھی انکو دیکھ رونے لگا / سنگ منھ آنسوون سے دھونے لگا
روکے ٹھہری جو وہ دلربا / اور کھلا ابر دیدۂ نمناک
کہا شیرین نے خیر ہے فرہاد / آہ کی اسنے با دل ناشاد
اور کہا یہ گریہ و زاری / خواب ہے یا کہ ہے یہ بیداری
بولی فرہاد اب نہو مایوس / جائے مژدہ ہے نہ کر افسوس
بولا شیرین کی سنکے گفتار / جان و دل اپنا اسپہ کرے نثار
تیرے قدمون کے کوہکن صدقے / تیرے رخ پر گل چمن صدقے
جان و دل ہے ہوا ابھی سے فدا / اور کچھ بھی نہ کہہ سکا شیدا
کیا بجالائے خدمت مہمان / میہمان جب گدا کا ہو سلطان
دین و ایمان کرے نثار اسپر / چھینکے دل اپنا وار وار اسپر
بولا آخر وہ روکے جان حزین / تجھکو تکلیف ہے بہت شیرین
واسطے میرے اے جناب لطیف / کیا غضب ہے کہ تجھکو تو تکلیف
جسکے ہوے جلو مین سب لشکر / اور نہوا اسکے ساتھ ایک بشر
ہاے افسوس کیون تو آئے مجھے / ایسی تنہائی مین جو دیکھو تجھے
لیکے یہ جو نثار کاب اسکی / اور نہ دیکھے نقاب اسکی
کبھی اسپر نثار تا تھا جان / کبھی توسن پہ وار تا تھا جان
کبھی رو رو کے حال کہتا تھا / رنج ماضی و حال کہتا تھا
وہ بھی ہوتی تھی زار زار تب ہی / اشک کی الفت لگی تھی جھڑی
آخر اسنے یہ کیا ارشاد / کہ ذرا صبر کر تو اے فرہاد
کرچکا ہے تمام تو کہسار / صبر یکچند ہے غرض کہسار
صبر مشکلکشائے عالم ہے / صبر حاجت روائے عالم ہے
شجر تلخ صبر گو ہے حزین / لیک کھاتا ہے بس ثمر شیرین
اس خدا کا کلام ہے سچا / جسنے ہے یسر بعد عسر کہا
جو اٹھاتا ہے اپنی جان پہ رنج / بعد ہوتا ہے وہ ہی صاحب گنج
پہلے ہوتا ہے نیشکر پارہ / پیچھے ہوتا ہے وہ شکر پارہ
نیش کے بعد نوش ہے ہنگو / تلخی پہلے ہے بعد شیرینی
صبر کر وعدہ اب قریب آیا / کہ ستون بیستون کا ٹوٹ گیا
ہو نہ اس کام سے تو اب بیدل / اپنی محنت کو تو نہ کر باطل
کوئی دن کا فراق باقی ہے / اور یہ اشتیاق باقی ہے
جبکہ اسکو تمام کر دیگا / شرط بیشک تو شاہ سے لیگا
عہد کا اپنے شاہ پورا ہے / چھوڑ مت کام جو ادھورا ہے
مضطرب ہو نہ تو اب سے شیدا / رکھ نگہ اپنی تو لطف خدا
جسقدر اضطراب ہے تجھکو / ہر ذرا افزون ہے اسکی تجھکو
مجھکو تو جانتا ہے بے پروا / لیک لم تقنطو ہے خدا

ہوتا شہ کا نہ ڈر جو تجھکو کبھی
کاش ہو جائے بیستون خستہ
کاش اس بیستون کو آگ لگے
کہکے یہ اور کہا کہ اے پُر غم
آیا ہووے گا بادشہ کا وکیل
پھر قباحت ہے اور بڑی ذلت
وقت رخصت اداس دیکھے
کہاے اسکو اب تو اے دلگیر
اور کہا یہ نصیب میں کس کے
پھر وداع اس سے وہ لگی ہونے
کہکے یہ اور پھر ہوئی کافور
دے ویلا زبان پر لایا
اور یہ کہتا تھا ہائے چرخ کہن
آگے ہی کم تھا یہ سوز ہوس
کیا بگاڑا تھا میں نے چرخ ترا
کاش لاتی نہ وہ یہان تک
بے اثر ہوں غرض میں ہی مجبور
کہکے یہ اور ہو گیا حیران
شکل تصویر بن گیا تھا وہ

ہوتی بیشک مین ترے سا بھی
کاش ہو جائے اسمین اب ستم
کاش یہ خاک بنکے اڑ جائے
منتظر ہونگے میرے اہل حرم
پرسش حال کو مرے بے قیل
گر خوشی سے تو اب مجھے رخصت
اپنے آوینگے پاس دیکھو
دست شیرین سے تیشہ پر کر
دست سے اپنے تیشہ شیرین نے
وہ لگا اپنی جان کو کھونے
وہ گئی وہ گئی نظر سے دور
صدمہ یک طرفہ جان پہ لایا
داغ اب تازہ پر دیا دشمن
شعلہ بھڑکا یا اوڈالے خس
کیون لیا تو نے یہ اچھا
رہتی ویسی ہی جیسی تھی نحیف
ورنہ جاتا یہاں سے کہ محجوب
چشم سوے جبل پر لن
نقش تحریر بن گیا تھا وہ

حق تعالی کرے کہیں کام
کاش تیری مٹے کہیں تلخی
کاش اس رنج سے چھٹے فرہاد
دیر بس ہو گئی مجھے دلگیر
مجھکو جو وہ دہان یاد دیگا
رو کے بولا کہ فی امان اللہ
کھول فتراک سے عدو کے اسیر
ہاتھ سے اس نگار کے لیکر
زہر بھی ہو تو قند ہو شیرین
بولی فرہاد کر یا حافظ
اسکے جانے سے اس گھڑی مرد
سنگ سے تن فگار کرنے لگا
کیا کیا اب تو نے دارے فلک
اسکی جو تو نے شکل دکھلائی
مجھکو دکھلا کے شکل جانانہ
اور جو آئی تھی وہ نہ پھر جاتی
جذبۂ دل تھی کہ اسے تاثیر
اسکو حیرت سے ایک سکتا تھا
دھیان مین اپنے تک رہا تھا وہ

تیرے ہاتھوں سے جلد ہووے تمام
کاش شیرین ہو ہمنشین تیری
کاش شیرین ہو پہلوے فرہاد
بن مرے سب پہ تلخ ہو کا شیر
خبر الٹی وہان سنا دے گا
ہے خدا جو کہ مرضی دلخواہ
یعنی از قسم شیر نور لطیف
دیکے بوسہ کہا بدیدۂ تر
کیون نہ شیرین ہو چند دو شیرین
لے میں جاتی ہوں اب خدا حافظ
کیا کہوں کسقدر ہوا ناشاد
آپ کو سنگسار کرنے لگا
چھیڑ کر زخم جگر پہ اور نمک
پھر سر نو سے آگ بھڑکائی
کر دیا اور مجھکو دیوانہ
کچھ تصرف جو عشق کا پاتی
کھینچ لاتا ہے کے مثل چشمۂ شیر
بس اسی کی طرف کو تکتا تھا
اور اسی سمت تک رہا تھا وہ

در بیان سقط شدن اسپ شیرین در راہ و ناچار ایستادن شیرین و دیدن فرہاد و بدوش گرفتن اسپ و شیرین را و بردن او بجانب کوہ و صحرا

ساقیا دے وہ اب پر جوش
کشش دل نے کام تازہ کیا
اسکی تھی کھلی اسی کی طرف
دیکھ اس شمع کو یہ دیوانہ

سبب تازہ ایستادہ کیا
گویا تھا یاں بھی اسی کی طرف
ہو کے خود رفتہ مثل پروانہ

گئی اک کوس جب وہ غنچہ دہن
دیکھتا کیا ہے اس پریرو کو
برق کی طرح سے دوان ہو کر

جس سے بے بھاگوں کہ صنم کو ہمدم
راہ مین سقط ہو گیا توسن
یعنی بے اسپ سے کہیں نہ لو
تھی وہ تنہا کھڑی جہاں ہو کر

جت کی اسنے کیا کہوں کیسے
اسپ کیا اور کیا وہ شیرین لیا
اور یہ کہنے لگا بخود فرہاد
تخت و تاج آج میں نے پایا ہے
کیون نہ دیوانہ پھر وہ ہو ایسا
تھا فلک تن وہ اس قدر جو اللہ
خضر پانے وہ راہ دکھلائی
دیکھا اسنے نہ نرم و سخت و خس
راکب و مرکب اسکے دوش پہ تھا
کوئی آتا تھا اور نہ جاتا تھا
ساقیا دے وہ جام عنبرگون
اس اردو میں کیا کہوں ناگاہ
یعنی چالیس زنگی بد اس
ان مین اک سرگروہ ظلم آرا
کی یہ پرشور یک بیک آواز
بانگ تھی یا کہ صور اسرافیل
کہکے پھر غول کو یہ فرمایا
رعد سا چیختا تھا وہ ہر چند
آگے جاتا تھا کوہکن جولان
آگے تھے وہ سیاہ دل چالیس
دیکھ اس واردات کو شیرین
شیرین گر جاتا ہے انگبین
قند دینے سے گر مرے کوئی
گرچہ ہوتا ہے تیز آہن گرم
آب کھاتا ہے خاصیت جو د

شیر لیکے غزال پر جیسے
ہوا دونوں کا آپ ہی مرکب
جتنا ناشاد تھا ہوا اب شاد
میرے سر پر ہما کا سایہ ہے
یار در بر نہ فکر ہو پر دوش
کہ نیا تی تھی گردش دوران
کہ نہ شکل دگر نظر آئی
وقت ہیر ناپہ چلا گیا یک لخت
رہ نوردی کے بس وہ جوش پہ تھا

ایک کندھے پہ کو لیا توسن
ہو کے خوش وقت کوہ پر کو چلا
بے زمین تخت بہتر ہے اژدر
پاس اسکے جو لگ گیا تھا بات
سخت کوہ اور جنگل تھا
دوش پر اپنے یوں وہ خوش اختر
بیٹھی جو دوش پر وہ ماہ لقا
ہوئی اک زنگی جو آہیں ننگ
تیغ پا اسکی تھی نہایت تیز

اور بد دوش گرد وہ سیم بدن
منھ پڑا جس طرف ادھر کو چلا
مین اب اسکندر و فریدون ملا
گنج قارون پہ مارتا تھا لات
لیک جنگل میں اسکو منگل تھا
ماہ سیارہ جون فلک و بر
ہوئی اسکو وہ چند طاقت پا
لے گیا اس پری کو سو فر
کاٹتا تھا وہ راہ جوں شبدیز
دی اس سختی میں ہما تا تھا
جس سے زنگی کی کیفیت دیکھو نا
ایک جانب سے آیا غول سیاہ
صورت نا بالغ سیرت خناس
کہا کے بس پیچ و تاب پیچ و تب
میرے آگے سے اے خراب آباد
کیسا گرا ہوں خوش ہیں اب مجھکو
رہیو اس سمت سے بہت ہشیار
لے جاتا تھا بر ملا اس کو
شور کرتا تھا زاغ کے مانند
لیحو لیحو کا تھا اک شور
کہ یہاں ٹھہر جا بس فرہاد
جز بشیرین کلامی و نرمی
ٹوٹ جاتی ہے جلد چوب درخت
تا نہ خنجر نیام سے نکلے
کہ وہ بندہ تھا حکم مولا کا

در بیان ناگاہ بر آمدن گروہ چہل تن زنگی در راہ مع چہل تن سیاہ و گرفتن شیرین را دست و پا بستن فرہاد و داد و بیداد کردن شیرین

نام اس دیو کا تھا گرا
کہ خبردار ٹھہر دست دراز
جسکے سنتے ہی جان ہوئی تحلیل
کہ سر راہ باندھ لو اسکا
پردہ جاتا تھا برق کے مانند
پیچھے آتا تھا وہ لعین عزان
سد نہ ہو راہ ثانی بلقیس
دل میں اپنے ہوئی زبس غمگین
تو نخستین تو قول کر شیرین
تو اسے دیجیے نہ زہر کبھی
پر حقیقت میں اسر دئے جو ہو نرم
سرد اگر آگ ہو کرے سرگرد

اپنے پہچان راکب و مرکب
جانے گا اب کہاں تو اے فرہاد
اور کہا دیکھ تو میں ہاں نو
کاش جانے نہ پائے یہ مکار
کام سے اپنے نہ تھا اسکو
یعنے گرالا رخ کے مانند
تھے جو چار و ناچار کو وہ منہ ود
ہو کے ناچار یہ کیا ارشاد
کہ کیا چاہیے نہ اب گرمی
رہتی سالم ہے نرم شاخ درخت
کام جبتک کلام سے نکلے
کلام شیرین سے کوہکن ٹھہرا

اپنے سر پہ سے اس کسی کو اٹھا
حلقہ زن ہو گیا ہر ایک سیاہ
دم کو نہ فعی نے جو لیا بد بین
نہ وہ زنگی تھے گرد مہ دیکے
مہر رخشان کسوف مین آیا
اسمین گر نہ ہوا نہایت گرم
ہو دلیر اس محل مین تو مردود
اس شکر لب کا تجھکو اے مجنون
ماہ جو یہ بنائی ہے حق نے
خس و خاشاک صاف کرتے ہین
دیکھ جانے دے باز آ گر آ
سبکی خاطر بنا ہے یہ رستا
ہوئے حاضر وہ نابکار سیاہ
باندھتے ہو تم اس غریب کو کیون
اس سیہ نے نہ اسکی ایک سنی
کہا پھر اسنے غول سے پکار
اور بھی سخت کرکے اسکو اسیر
اسنے کی بسکہ گریہ و زاری
جو سنا تھا نہ اسنے کانون نے
پھر وہ مردود آیا اسکے قرین
ہین ہارون کی نسل سے تو نگر
کیسا کرتا ہون تیرا حال تباہ
تا کہ شاہ نامراد ہو وے
مجھکو الفت قدیم ہے تجھسے
[illegible]

بس سبکدوش ہو گیا ناچار
ابر مین آ گیا کا یک ماہ
ہو گیا بیچ مین وہ مار کا من
کالے لیتے تھے گرد آہو کے
ماہ تابان خسوف مین آیا
کہا فرہاد کو کہ اے بے شرم
جسکے در پر کرے زمانہ سجود
رہ مزا کیسا اب چکھاتا ہون
آمد و شد کے واسطے سب کے
کہ نہ دلیں شگاف کرتے ہین
کہ معاف اب ہمین برائے خدا
ہم بھی جاتے ہین تو بھی جا گر آ
اٹھا لیے اسکو زنگ مار سیاہ
شہ کی تقصیر وار تو ہی ہے ان
اور بے اختیار جھڑکی دی
اس سے اور بال کھینچتا بیداد
سر پہ سب کے کھڑے ہوئے ہوشر
پر نہ گرانے اسکی ایک سنی
سو وہ دیکھا بچشم خود اپنے
اور لگا کہنے سن تو اے شیرین
ہے کسی گلہ بان کی دختر
مین ہون اور تو ہے اور داستان
اور ترے واسطے سزا ہو وے
اسقدر تو نہ سخت ہو مجھسے
اور چالیس بدرۂ پر زر

اسمین ناپاک تن جو تھے چالیس
آ گئی بیچ مین معرفت باغ
ہوئی گرد اسکے زنگیونکی قطار
بس محاصرہ وہ جو رسالہ ہوا
مہین بانو کے اڑ گئے بس ہوش
ایک مزدور تو بحال تباہ
ہوئے شہ کے حرم بدوش ننگے
کہا فرہاد نے کہ اے گرا
ہین جو مقبول بارگاہ جلیل
از برائے خدا سے ہر دو سرا
ہم نے گھیرا نہ تیرا رستہ ہے
لگے اس بد نہاد نے اکبار
کہا شیرین سے کرکے واویلا
مجھسے ہو جائیگا سو وہ جور کرو
لگے کھینچ اسکو تا بدرخت
اسکو مت جانیو کہ ہے بستہ
بیچ مین آ گیا جو وہ غمگین
اسنے رو رو ہزار شور کیا
جسکا رو کش بعیش کیکاوس
تو نے خسرو سے کچھ بھی کی نہ نگاہ
کام کیا تو نے نابکار کیا
مجھکو اور کوہکن کو کرکے اسیر
کہا شیرین نے از برائے خدا
مال کی کچھ تجھے جو ہو طلب
لکھے دیتی ہون قصر سے لے لے

ہوئے گرد انکے وہ ابلیس
گرد بلبل کے ہو گئے سو زاغ
ہوئی وہ ماہ نقطۂ پرکار
گرد مہ کے سیاہ ہالہ ہوا
کہ ہوئے بس یا حلقہ بگوش
اپنا منہ دیکھ اور بانوے شاہ
اور نہ چیونٹی زنگی بگوش تارے
رحم کر مجھپہ از برائے خدا
صاف کرتے ہین جا بجا کی سبیل
راہزن مت ہو ہم غریبون کا
مانع تو کس لئے ہمارا ہے
لیا ہارون کو جلد اپنے پکار
پڑے پیچھے تمہارے کالی بلا
بیگنہ ہے اسے نہ تم باندھو
باندھا اس بیگنہ کو پڑے سخت
ہے یہ بدذات ایک وارستہ
پیچ کھانے لگا دل شیرین
اسنے اسپر ہزار جور کیے
اس پہ نازل ہوئی بلا افسوس
ہو گئی اس لوند کے ہمراہ
بادشاہون کا نام خوار کیا
کرون حاضر بہ پیشگاہ امیر
ہو نہ اتنا کرخت اے گرا
تو یہ موجود اسقدر ہے اب
ایک اک بدرہ ایک ایک کو دے

اور یہ معمول ہے ترا دل
ہو کے پر قہر وہ لعین کردار
دام مین تیرے مین نہ آونگا
مین بھی ہون اپنی قوم کا سلطان
قوم کے ہم غلام ہین زنگی
سن لو اے نابکار بدذات
ہوئی جو اس لوند کے تو ساتھ
تو نے پرویز کو لگایا داغ
آئی اسجا تو اسکے دوش بدوش
حسن نے تجھکو کیا کیا مغرور
تو سہی تجھپہ شہ عتاب کرے
اور کھون اپنا نام مین گر آ
نکرونگا ترا قصور معاف
جسکو سلطان کرے ادب سے سلام
مین نے ہر چند اسکو پھسلایا
آہ قسمت کو رو دیئے لب کیا
شاہ تسلیم مجھکو کرتے تھے
فخر داری جاتا تھا وہ
ہوتی تھی جب کبھی کہ مین خشمگین
کیا کرون آہ سخت ہون مجبور
کاش اسوقت موت آ جاوے
کیا کہون اسکی حالت غمگین
تھا لیہ نزدیک جیتے جی مر جائے
کہ سنی ہو نہ جسکی اسکی سنے
کھینچ خنجر نیام سے ناگاہ

اسقدر لیجو تو بس ہر سال
مین کھینچ اکبار خنجر خونخوار
تجھکو مکارہ لے کے جاونگا
ہے بہت میرے پاس مال و جہان
ہے ہماری جہان مین گنگی
تجھکو مستی لگی یہ کیا بدذات
جان سے بھی اپنے دھو بیٹھے ہاتھ
کس عاشق ہوئی پلید دماغ
کر اوس جسکو دیکھ ہوش تجھے
تو تکبر مین اپنے ہے بس دن رات
اسقدر تجھکو شہ خراب کرے
ورنہ زنگی تو مجھکو مت کہنا
شہ کے ہاتھون سے لونگا اس سے عوض
اس سے ہو یہ غلام تاج کلام
پر نہ دل اس سیاہ کا پگھلا
کس سیہ دل کے بس مین آ پڑا لا
رعب سے میرے بسکہ ڈرتے تھے
حکم کو میرے مانتا تھا وہ
زاری کرتا تھا خسرو پرویز
ہے زمین سخت آسمان ہے دور
اس بلا سے مجھے چھڑا جاوے
تلخ تھی اپنی جان سے شیرین
پاؤن قصر عدم مین جا پھیلائے
کیون نہ پھر وہ ملول سر کو دھنے
بولا آگے ہو چل بدرگہ شاہ

لیک انجان ہو ذرا یہ راز
بولا مین جانتا ہون سب یہ سہ
کیا گنا تو نے خوار تر مجھکو
تیری باتین ہین میکی یہ صاف
ہم نہین آشنا کسی کے ہین
تو نے کچھ شاہ کا کیا نہ خیال
کل جو ننگا وہ تیرا تھا تنگ
نام کس سے یہ کیا تو نے
اسقدر تو نڈر ہوئی ناپاک
ہو گی نزدیک شاہ کے جسدم
کان سے چھین لے ترے سب دُر
پھر مین دیکھونگا تیرے لعل و گہر
سنکے یہ اس سے اپنے دلمین آہ
جیسے کبھی سے کہ سخن شیرین
آب ہوتا ہے یہ نہین ہے بیج
تھا وہ اک دن کہ تھی مین زن شاہ
جسکو مین بھیجتی تھی اک نامہ
اور یہ کل کی بات ہے اے بخت
اور یہ آج نا شنید کام
ہو وین ہو جا شق زمین یارب
یا کہ دے موت دے اسکو خدا
جسکے دلجو تھے ہزار غلام
جان سے اپنی کیون نہ ہاری
یہ تو تھی اس غم و الم مین خموش
دیکھ اس تلخ سے سخن شیرین

جز ترے اور پر مرا یہ راز
مجھکو شوت سے کرتی تسخیر
جو دکھاتی ہے مال و زر مجھکو
جانتا خوب ہون تجھے حراف
جسکے ہوتے ہین بس اسکے ہین
اور نہ سمجھی کچھ اسکا جاہ و جلال
آج تو اسکے ساتھ ہے بے ننگ
اسم ہارون ڈبو دیا تو نے
بل بے چالاکی تیری او بیباک
پھر تو دیکھے گی حسن کا عالم
اور کہے تجھکو وان سے چل دُر دُر
کیونکہ دیوے گی مجھکو بد گوہر
لگی کہنے کہ وا رے بخت سیاہ
زہر بھی ہو تو قند ہو شیرین
ہے مگر سخت کندۂ دوزخ
مالک ملک والی ارمن
فخر کرتا تھا وہ بصد خامہ
کہ مرے ہاتھ مین تاج اور تخت
مجھکو دیتا ہے کسقدر دشنام
کہ سماہا ہوتی جسمین بس مین اب
تا یہ تو قوت ہو کہین جھگڑا
اس سے ہمسر ہو نابکار غلام
ایسی سبکی ہو جسکا کہ ابا ری
آیا پھر اس لعین کا قہر بجوش
پھر لگی کرنے مصلحت آلہ

کہ یہ کالی بلا زبس ہے سخت
اس سبب سے کچھ نہ کچھ کلام کرخت

بولی اے بادشاہ ملک جلیس
سرد کر اپنے قہر کی آتش

ہو نہیں اک کنیز تیری کنیز
تو نہ پہونچا یہ راز تا پرویز

لعل لے اتنے اور در زیبا
اور لے اتنے تختۂ زیبا

ابھی یاقوت اور در مکنون
کان سے اپنے کھولدیتی ہوں

اور جو ہو کچھ تجھے ہوس افزوں
تو نقاب اپنی میں الٹتی ہوں

دیکھ لے گنج گوہر نایاب
بولا حسن غیرت مہتاب

سن وہ کور ازل یہ کہنے لگا
ہے گا یہ مکر دوسرا تیرا

میں نہ ہرگز کرونگا یہ قبول
ہوگا حاصل نہ جبتلک کہ وصول

میں ہوں شاہ اور تو بانو
پھر تو میں ہوں جو کہے مجھکو

تلخ شیریں یہ سنکے دلمیں ہوئی
آتش اسکے اب دگر میں ہوئی

بولی تونے یہ کیا کہا گرا
یہ بھلا بات تجھکو ہے زیبا

جان لونڈی سے بھی مجھے تر
کہ کروں ذکر تیرا شام و سحر

اور جو تو کہے سو لاؤں بجا
پر نہ یہ حرف تو زبان پر لا

شیریں شیریں کلام کرتی تھی
اسکو سو سو سلام کرتی تھی

سحر سازی میں گرم تھی شیریں
سخت کے آگے نرم تھی شیریں

مثل انگشت لال تھا وہ سیاہ
رخ دو رخ کا خال تھا وہ سیاہ

مہر کرتی تھی یہ تو غیرت مہر
اور کرتا تھا قہر وہ بد مہر

کرتی ہر چند تھی وہ عجز و نیاز
دخل کیا ہو جو ہووے سنگ گداز

دربیان نقاب برافگندن شیریں و سوختن گراسیاہ در آتش حسن شیریں

ساقیا دے دو آتشہ وہ شراب
دشمن دیں سے ہو جس سے کباب

نہوئی جبکہ کارگر زاری
یوں الٹ دی نقاب یکباری

کی جو اس مہروش کے رخ پہ نگاہ
جلگیا سوز حسن سے وہ سیاہ

آتش عشق نے دیا جھلسا
حسن جانسوز نے دیا جھلسا

آگے ہی تھا وہ کوئلا سا سیاہ
ہوگیا اور جل کے دونا سیاہ

تھا جو وہ بد نہاد مثل توا
عشق نے اور منہ کیا کالا

دیکھ صورت کو اسکی وہ بے شرم
ناگہاں مثل موم ہو کر نرم

آہ نالہ کو گرم کرنے لگا
باتیں بس نرم نرم کرنے لگا

اور لگا کرنے بندگی کے کلام
بنگیا نا خرید اسکا غلام

بولا میں ایک دریہ جالیس
تیرے بندے ہیں ثانی بلقیس

اپنے اب دل سے زنگ کیجے صاف
جملہ زنگی کا ہو قصور معاف

حسن عالم میں شاہ یکتا ہے
حسن قسمت سے حسن ملتا ہے

حسن دانش ربائے عالم ہے
حسن دانش فزائے عالم ہے

حسن ظرفہ ہے دودۂ تسخیر
حسن نادر ہے نسخۂ اکسیر

حسن ہے دام دیدہ و دشمن
حسن ہے طوق گردن پرفن

کام اسکا جمال سے نکلا
زر سے نکلا نہ مال سے نکلا

کی جو شیریں نے اسکے رخ پہ نگاہ
بولی کیا شکل ہے معاذ اللہ

کھوپڑی اسکے سر کی وہ ہنڈا بھی
جیسے ہوئے بخیل کی ہانڈی

آنکھ دو جسمیں تھا نہ ایک خلل
چشم بد دور غیرت حنظل

ناک وہ مثل غوک پژمردہ
دانت وہ مثل سلک خر مہرہ

اور وہ رخسار یا چکہ صحرا
یا کوئی گلگلہ ہو سخت جلا

یوں وہ لب اسکے غیرت راغی
جیسے کیلے کی ہو پھلی داغی

کان اسکے اگر نظر آوے
شیر دیکھ اسکو اڑ جاوے

پوست اسکا تھا گرگدن سے بھی سخت
یا کسی خر کا تھا سیہ کمبخت

سر وہ یا تنگ خرس بد دین
ہو بہو تھا سیاہ دیو لعین

اسکی صورت کو دیکھ اسنے شتاب
ڈال لی ڈر کے اپنے منہ پہ نقاب

دل میں کہنے لگی وہ ماہ لقا
پھنس گیا جال میں مرا کوا

ایسا کچھ کیجیے اے ارشاد
آہ پہنچے فرہاد قید سے آزاد

الہی زنگی ... سے جعفر
ایسا میں نے دل کو دل سے ہے راہ

یعنی بس مجھکو تجھسے الفت ہے
تجھکو مجھ سے بھی محبت ہے

میں نے جسدم سے ہے تجھے دیکھا
اسیدم سے ہوئی ہوں تجھ پہ فدا

میں نثار اس سے لیکے تا ایران
تجھسا دیکھا نہیں ہے ایک جوان

میں بھی اک دیکھتی تھی تیری راہ
کہ یہ بیمار ہے زر کا یا میرا

شکر حق جیسا میں نے تھا چاہا
میرے بھاگوں سے ویسا ہی ملا

سنکے کہنے لگا وہ بدکردار
پیر الیکن نہیں ہے تجھپہ بار

یہ بھی ممکن ہے جو کرے بس چاہ
اسکے دلمیں کرے نہ الفت راہ

جبسے تجھسا حسین نگاہ کرے
سنگ بھی ہو تو ایک آہ کرے

اور انسان مجھسا شیدائی
کیونکہ ہووے نہ تجھپہ سودائی

ایک مدت سے تجھپہ مرتا تھا
نہیں کہتا تھا تجھسے ڈرتا تھا

لاکھ جی سے نثار ہوں تجھپر
تیرا بندہ ہوں اے پری پیکر

دل سے تجھکو نہیں ستاتا تھا
میں ترے دل کو آزماتا تھا

جو کہے تو اسے بجا لاؤں
سر تو مانگے تو میں ابھی دیدوں

پر مجھے کر تو واقف اسرار
دیکھوں خلوت میں تیرے سنگ بہار

کہا شیریں نے اس سے بھر کے نیاز
کردوں کیونکر میں تجھکو محرم راز

آمد و رفت ہے یہاں اکثر
ہوئے شاید کسی بشر کا گذر

مجھکو اور تجھکو دیکھ لیں باہم
پھر بھلا اس گھڑی کریں کیا ہم

ہاں مگر اسکی ایک ہے تجویز
کہ نہ آگہ ہو خسرو پرویز

قلعہ کوہ ہے جو یہ یک سنگ
دلکشا اسمیں قصر ہو کہ تنگ

اسمیں تو اور ہم رہیں باہم
خوف شہ کا رہے نہ جورو کا غم

بولا یہ کام سخت ہے مشکل
کس سے تیشے یہ کوہ ہو بیکل

جب کوئی برسوں اپنا سر مارے
تو کوئی طاق شاید اسمیں بنالے

زن مرد اپنا لاکھ سر پھوڑیں
تو کبھی شاید اک حجر توڑیں

بسکہ ہے سخت کام یہ بانو
ہووے کس سے تمام یہ بانو

بولی یہ کام کوہکن سے ہو
زن سے ہووے نہ تیغ زن سے ہو

کہا پھر شہزادہ اسکو دیں کیا
بولی زر و زن سنگ ہو جتنا

کہا لاؤں کہاں سے اتنا میں زر
بولی زر کیا ہے یاں میرے گھر

ایک اک لعل ہے خراج یمن
اور ہر در ہے حاصل ارمن

کھودے اسکو تو درخت ہے اب
تا یہ سر اپنے سنگ سخت ہے اب

کام میں اپنے گرم ہو تردد
اور ترا بھی کام ہووے ضرد

کہا یہ عقل سے بہت ہے دور
کھودوں میں سے جو تیرے ہو مزدور

میں نے سنا تھا اسکے گیا ہے بھلا
جو وہ کھلکر نہ لیویگا بدلا

بولی اسمیں نہیں ہے بغض و حسد
پاک ہے وہ زکبر و کینہ و کد

جو میں کہتی ہوں سچ وہ کرتا ہے
نام پر میرے بس وہ مرتا ہے

میری خاطر سے ایک چشمۂ شیر
لایا اک ماہ میں وہ بے تقصیر

گوہر شب چراغ میں مزد دے
بار اس نے مرے نثار کیے

فرق اسمیں نہیں ہے اے محرم
مجھکو عیسی کے خر کے سم کی قسم

ہوا شیریں سے خوش سنکے کلام
پر نہ سمجھا کہ تلخ ہے انجام

گیا قسمت نے اسکو عقل سیاہ
آگیا وہ فریب میں ناگاہ

گو کہ مکار تھا یہ تھا وہ لئیم
غافل از آن کید کن عظیم

کرلیا تیرہ بخت نے اقبال
کہ ہوا چاہتا ہے جلد وصال

آئی اک اسکی جان پہ سخت بلا
کہ ستاتا ہے عاشقوں کا برا

مارنے کو وہ آن کر آیا تھا
مار مرگ اپنا ساتھ لایا تھا

کرنے آیا تھا انکو وہ نخچیر
آپ ہی بن گیا نشانۂ تیر

عندلیبوں پہ کرتا تھا بیداد
ہوگیا صید عاقبت صیاد

چاہ در پیش چاہ کن کو ہے
مرگ اک دزد راہزن کو ہے

سچ ہے جسکا خمیر ہو جیسا
پہونچے اسدم وہیں پر آپسا

دے اسیدم وہ اس مکان پر جان
ہوا گر لاکھ برج میں پنہان

دربیان رہا شدن فرہاد و ساختن طاق گرانجکم شیریں و کشتہ شدن ان دیو لعین

ساقیا دے وہ دلکشا بادہ
جو دے یا مرحبا کہا اُس کو
ساتھ گر آکے کوہکن ناچار
دیکھ فرہاد کو نہین بانو
کیون اسے دیکھ اب تو رو دیگی
غیر دلین وہ پیچ کھاکے بہت
جی کو مرغوب ہے یہان کی ہوا
الغرض کوہکن نے یہ چاہا
کیا آراستہ وہ ایسا محل
دیکھو قدرت کا ہے یہ کھیل بنا
دوڑا وہ غول جانب صحرا
دیکھ شیرین انس جنین کیطرف
جنگ مین تنگ اسکو ایسا کیا
توڑ گردن پہاڑ مین ڈالا
ہوا جو وہ پہاڑ کا کوا
آفرین یاد عاشق شیدا
کہ مبادا وہ غول آجاوے
پھر نہین زندگی کی ہمکو امید
تھا وہ شیرین کی بات پر عاشق
ساقیا دے وہ تیز رو صہبا
حکم شیرین کو جان و دل سے سنا
گو کہ دشمن تھا اسکے حق مین سگ
پیر وہ تسلیم اور رضا جو تھا
باد بنکر وہ اس سکانے چلا
دونون پاس اسکے تھے جو سبقت مین

جس سے دشمن ہو مرگ آمادہ
اور کیا قید سے رہا اسکو
آیا شیرین کے پاس اور نزار
دلدہی کرتی تھی غرض وہ
کیون تجبے اختیار ہونے لگی
اور رنج و تعب اٹھا کے بہت
دلکو مطلوب ہے یہان کی ہوا
کیا تیار اک محل اچھا
کہ نہ تھا اسمین ایک موئے خلل
ہے غیر سون آخرش کا مدلا
رہ گیا بس وہ روسیہ تنہا
کی اشارت اک اس لعین کیطرف
جیسے کوے کو باز لیوے دبا
شل خاشاک پہاڑ مین ڈالا
ہوا چیلون کی نابکار غذا
دفع کالی بلا کو تو نے کیا
اور نہ جیتا سیاہ کو پاتے
ٹھہرنا یان کا عقل سے ہے بعید
ایسے کم ہونگے عاشق صادق

سنی فرہاد کی جو اُسنے ثنا
آگیا کھل کے یہ بقید حیات
کہا شیرین نے رونہ آیا ہوسا
جلگیا دیکھکر وہ اشک پری
جلد اب کام اسکو وہ فرما
پی کے غصہ کو بولی اے فرہاد
ہون نہیں تنگ اسمین اے بیتاب
طاق گرا ہے اُس محل کا نام
ہوئی رونق فزا وہان شیرین
آئی آواز غیب سے اک بار
چاہا شیرین یہ ہاتھ دوڑاوے
شیر کیطرح اُسنے کی اک جست
کتنا ہی اُسنے روز شور کیا
گیا فی النار والسقر گرا
چوم بازو کو اُس کے سب بانو
ہاتھ سے تیرے جو ہوا یہ کام
پھر کرینگے وہ جیسا اسکو
ہے دم واپسین یہان اکدم
کہا بیار خوب جو مرضی

ہوکے شرمندہ اسکے پاس گیا
پڑ گیا اُس سیہ پہ دام ممات
ہے اگرچہ یہ جائے صد افسوس
لگا کہنے کہ ہائے رشک پری
جس لئے تونے اسکو کھلوایا
کر محل کوہ پر بنا ایجاد
دلکشایان مکان بنا تو شتاب
ابتلک اسکا ہے نشان مقام
سمجھے ہی وہ بھی آن پہنچا تیز
لے گئے مال زنگیان طرار
مہ کو ابر سیاہ مین لاوے
وہ سیہ دیو ہو گیا بس پست
پر نہ عاشق سے اسکو ہلنے دیا
ہوا اک خرس مردہ صحرا
کہا فرہاد مرحبا تجھکو
تو یہان کرنا چاہئے نہ مقام
یعنی ہمنے کیا ہے جیسا سکو
ٹھہرنا چاہئے نہ یان اکدم
ہے رضائے حبیب عین خوشی
جس سے دیکھون وطن کی جلد فضا
وہین فرہاد نے یہ کام کیا
کہ صریحا تھی دوری دلبر
اور اُسی دوش پر پری کی نظر
دہن اژدہائے ہجران مین
یعنی راجع الی مضاجع تھا

در بیان باز گردیدن فرہاد از انجا بسمت قصر شیرین بہ ارشاد آن نازنین

جو کہا دوست نے قبول کیا
تیر کی طرح تیر دان سے چلا
ایک فرقت مین ایک حلت مین

پشت پر رکھ لیا وہ اسپ سقط
پانون گھستا تھا وہ بیابان مین
قصر شیرین کی سمت راجع تھا

پہونچا جیسے وہ غریب اکسو کوس
ہوا اثر بخش کیون نہ آہ اسکی
میرا آرام لے گئی وہ آہ
کاش رہتی بدوختن تو ہر دم
چرخ دوار کو کہون اب کیا
رشک لیلا سے نہ کیون وے
ہے جو نزدیک یہ گنبد دون
بن ترے آہ باہم آرام
میری اسمین نہین ہے کچھ تقصیر
تیرے ہجر مین گئی کی منزل
یعنی بد ذات زنگیان دغا
یعنے خب شرط تو وہ جیتے گا
کاش وہ سنگ سخت ملجاتے
تھی خبر سر کی نہ پانون کی کاش
ساقیا آفتاب دے براق
ایسے مدہوش عشق تھے دو تو
یہ نہ معلوم تھا کہ بعض کچھ بھی
نیم شب تھی کہ آگئے ناگاہ
روکے فرہاد نے دہان اکیل
قرب ہوکر جو ہو فراق ترا
شیرین بھی روکے پھر یہ کہنے لگی
حق تعالے ملائے پھر تجھسے
گر نصیبون مین میرے ہوتا وصل
ہاتھ لگجاوے گوہر مقصود
روح قالب سے جب نکلجاوے

کھینچی آہ وہ دل بصد افسوس
کہ وہ اک عضو کوہکن کا تھی
بیکلی دل کو دے گئی وہ آہ
رستا مین تا قیام خوش خرم
آہ ظالم نہ یہ بھی دیکھ سکا
جسکو دوار آب سایا دے
مین بہت اس سے دور بستا ہون
ہے سکونت یہی گردش ایام
پر کرون کیا اٹل تھی تقدیر
ناگہان وہ بلا ہوئی نازل
تجھکو مجھکو نہ چھوڑے جیتا
شرط ہے شہ تجھے مجھے دیگا
تا یہ جھگڑا اٹھے خلل جاوے

تھی جو پیوند دوش وہ بیکل
یون وہ بولی کہ ہائے اے فرہاد
بولا پھر عنقریب ہجران ہے
رات دن مین نہ تا بایک مقام
ہے جو گردش مری جہانمین سخت
ہون جو گردش مین اسکے ہیم
بغض للہ مجھسے رکھتا ہے
بولی یہ سنکے با دل ناشاد
چھوڑ حشمت کو تیرے ساتھ ہوئی
دان سے آئی نہ گر یہان اسدم
گر مقدر درست ہے اپنا
ہو چکا کام ہے بس فرہاد
تھا یہ افسانہ دہر ہائے عجیب

کوہکن سکا ہو گیا ہیکل
کیون ہوا درد ناک اور ناشاد
مین ہون پھر اور داغ ہجران ہے
رہتا گردش ہی مین مجھے آرام
چلگیا میری چال پر کم بخت
تولتا سر یہ ہے مرے تیشہ
دشمنی آہ مجھسے رکھتا ہے
ہوا ہے صد وائے کیا کرون ہائے
کر گیا عمر بھر نہ مجھسے دلی
تو یہ گردن تھی اور تیغ ستم
تو کوئی دن مین ہونگے یکجا
محنت اپنی کو تو نہ کر برباد
بزبان شکایت وہ غریب
مرحلہ سا گر تھا خانہ بدوش
کہ نکلتا ہے شمس روز فراق
کہ نہ رستے کی تھی خبر اُن کو
کتنا آئے ہین کتنا ہے باقی
زیر قصر بلند عالیجاہ
اگی جیتا نہ دیکھیو تو مجھے
مر گیا مین رہا رہا نہ رہا
نہین مرجائے تیرے آگے کہین
وصل ظاہر نہین بغیر وصال
زندگی کی عبث ہے پھر امید
جبر خفت رہا ہائے رنج و تعب
مرضی حق سے کچھ نہین ہے بعید

در بیان باز گردیدن از انجا و یکایک رسیدن ہر دو بزیر قصر و گریہ نمودن ہر دو و داخل شدن شیرین بقصر خود و رفتن فرہاد باز بکوہ بیستون و سر زدن

دیا شیرین کو اپنے سر سے اُتار
ہے یہی موجب وصال مرا
کاش تجھپر فدا ہو جان میری
جلد تجھکو ملائے پھر مجھسے
تو نہ اسطرح سے یہ ہوتا فصل
اور ہو جائے خود بخود مفقود
یہ بھی ممکن ہے تن مین آئے پھر

اور کہا جا خدا کو سونپا تجھے
تجھکو جیتا رکھے جہان مین خدا
کاش دیکھے تجھے یونہی شیرین
رو رو کہنے لگا وہ سوختہ حال
یار کے جب قریب ہے ہو بعید
پھر لگے ہاتھ کب دُر مطلب
بولی حق سے نہو تو نا امید

رات کا دن تھا پردہ ڈالے ہی
اور دن رات سے نکلے ہے

پھر بھی بچھڑ کے وہ ملاویگا
رو نہ روز وصال دیگا

الغرض دونون اُس جگہ رو کر
آنسوؤن سے ہر ایک منہ دھو کر

اُسنے رو رو کیا وداع اسکو
اُسنے جی کھو کیا وداع اسکو

پہونچی راہ دگر سے وہ گریان
قصر مین اپنے بادل بریان

گئی منزل مین اپنی با جمال
ہو گئی شب یہ وہ خواب خیال

ہوا خورشید بامداد طلوع
کی ہر اک نے ہر ایک سمت رجوع

ہو کے یہ تلخ کام بس بیجان
گیا روتا ہوا سوئے کہسار

بار پھر اس مکان پر آیا
کھیلنے اپنی جان پر آیا

سخت محنت کر اپنی جا پہ گیا
پھر اُسی کام مین ہوا مشغول

تھا جو وہ کام اُسکا حسن علاج
ہوا سرگرم اُسمین سنگتراش

بامید وصال جانانہ
جا بھڑا کوہ سے وہ مردانہ

یعنی اُدھر کوہ مین پڑی اک ضد
ہوئی دونو مین بس کھڑی اک ضد

یہ سناتا تھا بیستون کی شکوہ
اُس ہی رکھتا تھا بیستون کو

کوہ کا تھا یہ دشمن بنیاد
اور تھا کوہ دشمن فرہاد

کوہ کو گر یہ کاہ کرتا تھا
کوہ اس کو تباہ کرتا تھا

کوہ مین یہ شگاف کرتا تھا
کوہ اسکو بھی صاف کرتا تھا

کوہ کو یہ فگار کرتا تھا
کوہ اسے سنگسار کرتا تھا

کوہ سے بس یہ جنگ کرتا تھا
کوہ اسے زیر سنگ کرتا تھا

گو یہ خستہ خیال کرتا تھا
کوہ اسے خستہ حال کرتا تھا

توڑتا تھا یہ کوہ کے پتھر
کھودتا تھا وہ اپنی قبر مگر

کوہ سہے جو اسے عداوت تھی
کوہ سے سخت اسکی محنت تھی

سرزنش اسکی کیا کرون اقدام
شام سے صبح صبح سے تا شام

پھوڑتا تھا غرض وہ خستہ جگر
سر سے گہ سنگ سنگ سے گہ سر

کام مین اپنے یون ہلو سرگرم
کہ ہوا کوہ اسکے آگے نرم

جب وہ کرتا تھا پاش پاش اُسے
کوہ کہتا تھا پاش پاش اُسے

جب لگاتا تھا ضرب وہ گُس کر
کوہ کہتا تھا بہر حق بس کر

جب وہ کرتا تھا لخت لخت جلد
کوہ کہتا تھا بس برائے خدا

جب وہ کرتا تھا کوہ دل مین شگاف
کوہ کہتا تھا بس معاف معاف

جب لگاتا تھا تیشہ چالاک
کوہ کہتا تھا مر گیا بس آہ

گرمجوشی سے اسکو یکبارہ
ہو گیا مثل موم وہ خارہ

گر گیا تھا جو پہلے پارہ اُسے
پارہ پارہ کیا دوبارہ اُسے

آخرش کو بجملہ فرہاد
رہ گئی ربع کوہ کی بنیاد

بیستون کے جگر مین چوٹ ہوا
بیستون دگر کو خوف ہوا

بیستون دگر نہ کی تدبیر
یعنے در دفع کوہکن تزویر

ساقیا مست کر بہر تقدیر
کہہ افلاک دیجئے تزویر

ہوا خسرو کو حال یہ ظاہر
کہ ہوا جانتا ہے کوہ آخر

شہ کو کرتا ہے جو کرے وہ کام
کہ وہ اب کام کر چکا ہے تمام

دربیان خبر رسیدن بیستون کہ عنقریب شکستنی ست وعاجز ماندن خسرو و حیلہ انگیختن یاران و رفتن حجاس مکار بصورت پیرزن نزد فرہاد

ایک مدہ یونہین گر اسے گزرا
تو یہ کام اسکے سامنے ہے کیا

اور وہ اک صاف راہ کر دیگا
کوہ کو توڑ کاہ کر دے گا

ور مدت مین یہ بیستون تمام
راہ کچھ اسکی اب نکالئے شاہ

کہا یارون سے کچھ کرو تجویز
سنکے سن ہو گیا بس پرویز

سخت اس سے نہین فہم کچھ اور
چاہیئے خوب اسمین کرنا غور

اور ہو جاویگا کام اسکا تمام
ہوئے پاوے نہ کام اسکا تمام

ورنہ آتی نظر ہے مشکل سخت
کہ وہ شرط اپنی پورے کا کمبخت

اور وہ جاویگی مہر سے اپنے
مین بیگانہ یگانہ عہد سے اپنے

پھر تو مشکل کمال ہے واللہ
راہ عین ملال ہے واللہ

اسمین کچھ چاہئے اب تاخیر
جلد اسکی ہر اک کرو تدبیر

ہووے پاؤن مین وے بدنام
ور ہو جاوے کوہکن ناکام

سنکے ہر اک مشیر دولت نے
کہا فرمایا جو کہ حضرت نے

یعنی راہ صواب ہے یہ نگر
لائق رعب و داب ہے یہ فکر

عاقبت سب نے فکر کر ناچار
کوہ و صحرائے وہم مین گیا

سب نشیب و فراز اندیشہ
دیکھکر چھوڑ باز اندیشہ

آخرش سب کا بس یہی تھا قرار
آیا شہباز فکر خالی ہات

ہان مگر ایک چند سیرت کا
داغ لالہ نجنگ ظلم آرا

یعنے تدبیر کشتن فرہاد
بوم طبعی سے اپنے کی ایجاد

عرض درگاہ بادشاہ مین کی
رہزنی عاشقون کی راہ مین کی

یہ وہ بولا کہ اے شہ عادل
دفع کیا اس مہم کا یہ تخمین

اسکی دشوار کچھ نہین تدبیر
ایک بات اسکو بس شمشیر

ہے وہ بانو کا عاشق صادق
جانتے سب ہین جیسا ہے عاشق

نام شیرین پہ جان کو ہر دیتا
شہ مرے یہ اُسکے جان نگی

یہ سنا دے اسے کوئی مکار
کہ ہوا آج وہ ترا دلدار

جب سنیگا وہ مردن شیرین
جان شیرین وہ اپنی دیگا وہین

یہ سخن کان تک جب پہونچے گا
کہ وہ پہلے ہی جان دیدیگا

یہ سخن جبکہ اس لعین نے کہا
دلکو ہر اہل دل کے تلخ لگا

اڑ گئے جملہ بارگاہ کے ہوش
شاہ بھی ظاہر ہوا خاموش

یہی پرویز کی تھی اک تزویر
کہ ہوا سن جو سنکے یہ تدبیر

ظاہر اگرچہ چپ ہا خسرو
پہ حقیقت مین خوش ہوا خسرو

بعد یک چند اسکو فرمایا
کہ تجھی سے یہ کام ہو ویگا

اسمین شاپور سخت رونے لگا
پر نہ مرضی سے شہ کی کچھ بولا

اُسنے ہر چند اپنی کی تدبیر
کہ یہ موقوف ہو کہین تزویر

لیک اسکا چلا نہ کچھ قابو
خوف سے شہ کے پی گیا آنسو

آخرش اُس لعین نے کر مجرا
ایک مکار کو کیا پیدا

ساقیا دے مے یقین فی الفور
کہ سناتا ہے مدعی کچھ اور

نام تھا اُس پلید کا حجاس
صورت خوک سیرت خناس

دربیان رسیدن حجاس مکار بشکل پیرزالہ نزد فرہاد صداقت نہاد بر کوہ بیستون

تھا وہ مکار ایسا پر تلبیس
کہ فریب اُس سے کھاوے بس ابلیس

بدلے اک دم مین یا وہ ہر دم
سایہ بنجاوے دم مین دھوپ

طفل سے پیر پیر سے ہو جوان
جن سے ہو انس انس سے حیوان

گرم سے سرد سرد سے ہو گرم
نرم سے سخت سخت سے ہو نرم

گرد سے آب آب سے ہو گرد
مرد سے زن ہو زن سے پھر مرد

روپ مین اپنے ہر طرح پکا
الغرض اپنے کام مین یکتا

شہ سے ٹھہرا کے تیس بدرہ زر
باندھی اس یگانہ نے جو یہ کمر

شکل اک پیرزالہ کی بنکر
برقع سحر ڈال چہرے پر

بیستون پر پہونچکے بد آہنگ
سر لگا مارنے پھر یک سنگ

نالہ و شور و غل کیا اکبار
لگا رونے وہ بس پکار پکار

بیٹھکر پیش عاشق جانباز
گریہ پر درد دل کیا آغاز

نوحہ مگر بر زبان لایا
دام تزویر ایک پھیلایا

گرم نالہ کی اسکی سن آواز
بولا وہ موم دل بسوز و گداز

آہ کیون بیقرار ہے بیوہ
کسکا کرتی ہے تو یہان نوحہ

کسکا ہے درد تجھکو خستہ جگر
جو تو میری طرح سے ہے مضطر

کسکی دیکھی ہے نرگس فتان
جو تو بے مثل کوہکن کیسان

کس سے دل ہے تو نے ہارا
جو تو فرہاد سا ہے زار و نزار

کسکی یہ درد پہ دلفگار ہے تو
کسکی فرقت مین بیقرار ہے تو

کس مسیحا کی نیم جان ہے تو
کس پریوش کی ہے تو دیوانہ
کس پہ مائل ہوا ہے دل تیرا
کسکے ابرو کی تیغ کھائی ہے
تو جو رو رو کے زار زار یہان
ہو سیہ شہر تا بدرگہ شاہ
کتنون نے پھیر لی گلو پر تیغ
ہر طرف شور اور ماتم ہے
جسکا غل آسمان تک پہونچے
کرکے یہ نوحہ پھر کیا آغاز
کیون لیا تو نے ہائے جنگ جیا
پیر زال جیسے یہ خانہ خراب
ساقیا شربت شہادت لا
سنکے فرہاد سے یہ آخرین
ہائے لبس مجھکو کر دیا مایوس
کیا اک ایسا نالۂ جانکن
شور کرنے لگا بصد افغان
عمر کاٹی پہاڑ مین مین سے
عوض گنج اژدہا نکلا
نخلی ہیرے کی وان ایک کنی
نکلا وان سے بھی ایک گرگ
نکلا وان سے نہنگ سخت دہان
ہائے اے دلبر یگانۂ من
ہائے اے زیب محفل دوران
ہائے اے شمع بزم زیبائی

کونسے ماہ کی کتان ہے تو
ہے تو کس شمع کی پروانہ
کس صنم نے لیا ہے دل تیرا
کس پہ تیری طبیعت آئی ہے
مجھکو کرتی ہے بیقرار یہان
اور افسوس تو نہ ہوا آگاہ
کتنے کہتے ہین ہائے ہائے دریغ
شہر ما نند حشر برہم ہے
حیف تیرے نہ کان تک پہونچے
ہائے اے سرو گلشن صد ناز
مجھ سی بیوہ کو کون پالیگا
اور مرجائے تو یعنی شباہم

تیرا محبوب کونسا ہے وہ گل
قمری کس قدر رشک سرو کی ہے
کسکی زلفون مین تو موئی ہے اسیر
کس کا تجھکو فراق ہے بیوہ
بولی کیا کچھ نہین ہے تجھکو خبر
قصر شیرین ہو خانۂ ماتم
پیٹتا ہے ہر اک صغیر و کبیر
وائے خودرفتگی تری نادان
اور وہ تجھکو دیسین گریاد
ہائے شیرین تو مر گئی افسوس
ہائے مین مرگئی نہ کیون دلگیر
عجب الفت اسکے یان ہے ہائے

کونسے رشک گل کی ہے بلبل
دل فدا کونسے تذرو کی ہے
کسکی مژگان کے تو نے کھائے ہین تیر
کسکا اب اشتیاق ہے بیوہ
عمر غفلت مین تو نے کاٹی مگر
اور نہ تجھکو خبر ہو وائے ستم
اشک جو ہو گیا ہے چشمۂ شیر
ہائے آشفتگی تری نادان
مرگئی ہائے کرکے ہے فرہاد
جان شیرین گذر گئی افسوس
کون اب دے گا مجھکو شکر و شیر
کہ جیسے مراد جوان مرجائے
کہ ہوا تلخ کام اب شیدا
کہا اے وائے کیا ہوا شیرین
وائے صد وائے حیف صد افسوس
کہ دہن بھی گیا بھلس گیا جی
عوض قند زہر مجھکو دیا
کہ گلے گا وہ ہاتھ میرے گنج
از برائے حصول لعل مراد
کہ ملے کاش آہوے رعنا
گو ہر عیش میرے ہاتھ سے
لو نہین اتنے دلون کیسے باد
وائے اے بلبل چمن شیرین
وائے اے رشک آفتاب سپہر
وائے اے عندلیب باغ صفا

دربیان استماع نمودن فرہاد مرگ شیرین و بر سر تیشہ زدن فرہاد

کہ کلیجے مین ہو گیا روزن
لو جھکر سے لگا وہ سوختہ جان
جھونکہ یہی جان بھاڑ مین جینے
آخرش اژدہے نے مجھکو ڈسا
اس سے آخر ہوئی لحجہ سکنی
کھا گیا مجھکو عاقبت وہ گرگ
ہوا اسکی غذا مین سوختہ جان
وائے اے نور چشم خانۂ من
وائے اے زینت زمین و زمان
وائے اے سرو جوئے رعنائی

سوز دل سے آگ وہ ایسی کی
ہائے کیسا یہ چرخ تو نے کیا
سب اسکے لیے اٹھایا رنج
کان کھودا کیا جو مین ناشاد
بجا ہر چند ساکن صحرا
بحر غم مین لگا کے سو غوطے
ہائے تو نے یہ کیا کیا فرہاد
ہائے اے طوطی سخن شیرین
ہائے اے ماہتاب غیرت مہر
ہائے اے نطق طوطی گویا

ہے اے دلستان خستہ جگر
ہائے تسکین وہ دل فرہاد
جلگیا خیمہ باغ مین گل کا
آمد اندر چمن خزان ہیہات
کہ بخوانیم قصۂ شیرین
بی تو اے زیب خانۂ دل من
وائے برآگیندۂ فرہاد
وائے قسمت کہ کلفت ایام
بے تو شد تلخ کام سکینت
لیکے یہ اور آہ کر یکبار
پڑگیا لرزہ ایک میل بہ میل
کھائے تیشہ جو وہ زمین پہ گرا
آیا از بہر نوحہ اے مسکین
ہے مورخ سے یہ ہمیں معلوم
شجر اس کا انار کہتے ہین
قصہ کوتہ کہ جب موا فرہاد
درد آمیز ساقیا دے بنگ
پہونچی شیرین کو جبکہ اسکی خبر
ناخن غم سے رخ فگار کیا
تھا جو وہ قصر رشک باغ ارم
نوحہ کو کہین کا ہوش ہوا
کرکے اس بیگنہ کا خون چرخ
مارکر اسکو تو ہوا راضی
علاوہ اسکے خادمان حرم
وہ تو فرہاد کے لیے غمگین

وائے شکر شکن پری پیکر
وائے حلال مشکل فرہاد
ہوگیا گل چراغ بلبل کا

ہائے مستقر غم فرہاد
ہائے صرصر چلی یہ کیا یکبار
زیست سے ہوگئے کوہکن مایوس

غزل فارسی درباب نوحہ

رفت بربا خانمان ہیہات
سنگ انداخت آسمان ہیہات
داد فرصت نہ یکزمان ہیہات
وائے شیرین لب دہان ہیہات
تیشہ مارا ہی سر پہ آخرکار
ہلگیا تخت گاہ رب جلیل
بولا ہر سنگ کوہ واویلا
سوئے فرہاد چشمۂ شیرین
کہ موا جب وہ عاشق مغموم
شعر خوش گوار کہتے ہین

رفتی بے من سوئے عدم کہ ہنوز
داشت دائم بو رطۂ غم و درد
جان خود بردہ با آسانی
تو مرے اور یہ جیے ناشاد
سر سے تیشہ زمین پہ جا ٹھہرا
ہوا بسمل جو وہ دل غمناک
مرگیا جو وہ عاشق ناشاد
دامن کوہ سے یہ آئی ندا
دستۂ تیشہ سے اگا اک نخل
درد سر کی غرض دوا تھا وہ

دربیان خبر شدن مرگ فرہاد بشیرین و نوحہ و ماتم کردن او مع پرستاران

جامہ تا جیب تار تار کیا
گیا اس گھر کو خانۂ ماتم
ہر کوئی وان سیاہ پوش ہوا
اب تو راضی ہوا ستم انگیز
تو ٹھنڈی ہوئی تری چھاتی
روتے اور پیٹتے چلے باہم
اور کرتی تھین ماتم شیرین

آہ و نالہ فغان کیا آغاز
ہاتھ مارا بزانو افسوس
کہا خسرو یہ تو نے خوب کیا
سر جو وہ کوہ سے ٹپکتا تھا
یہ وہ کہتی ہوئی پکار پکار
قصر شیرین سے تا بدامن کوہ
وہ تو کرتی تھی نوحۂ فرہاد

وائے ایجان و ہمدم فرہاد
گل مقصود ہو گیا لبس خار
پڑھتا تھا یہ غزل بصد افسوس
رفتن آن سرو دلستان ہیہات
بلکہ گویم بیان آن ہیہات
گر نہ رفتی از ینجہان ہیہات
کشتی عمرم آسمان ہیہات
ماندم اے وائے نیمجان ہیہات
یہ نہ ہرگز کبھی کرے فرہاد
صدمہ عرش برین پہ جا ٹھہرا
جگر بیستون ہوا صد چاک
تھی ہر اک سمت شورش فریاد
کوہکن آہ تلخ کام ہوا
اسمین ہرگز نہین ہے عقل کو دخل
درد مدقوق کی شفا تھا وہ
ہو گیا قید رنج سے آزاد
کہ مئی عیش سے ہوا جی تنگ
ہو گیا تلخ اسکو شیر و شکر
پھر گیا آگے دل مین سوز گداز
لگے نوبت کے کوس سب بجنے
اسکو مارا نہین نے مجھے مارا
خار دل مین ترے کھٹکتا تھا
بیستون کو چلی بدیدۂ زار
ماتمیون کا ایک تھا انبوہ
اور سب اسکے واسطے ناشاد

پہونچی یون اسکی لاش جب بہان
کوہ کرتا ہے گریہ وزاری
نہ وہ حملہ ہے بیستون کے ساتھ
لاش افتادہ گرد چہرے پر
خون جو جا بجا تھا اسکا بہا
ہوئی بے اختیار دیکھ اسے
جو کہا تھا سو وہ ہی تونے کیا
پہلے معلوم تو کیا ہوتا
چھوڑ کر مجھکو مر گیا تو ہائے
شربت مرگ خوردۂ فرہاد
بے تو کے زندگی کنم ہیہات
جان بجلگشتہ مثل حرف غلط
وائے افسوس حیف واویلا
رو رو صفا اسکی خاک کرتی تھی
ردش از زلف پر شکن میرفت
تھے جو ساتھ اسکے خادمان حرم
آب رفتہ بجو نہین آتا
لاکھ زاری کرو یا فریاد
جز قیامت کے اب نہین اٹھتا
واسطے گریہ کے ہے ساری عمر
ہے یہی بسکہ گریۂ شیرین
بادشاہون کا جیسا ہو آئین
وہ زیارت تھی اسکا غمخانہ
ایسا رتبہ ملے جو ہمکو کبھی
مرتبہ عشق کا ہے سب سے بلند

دیکھا اک محمل وحشی و سوس
سیل خون اسکے تن سے ہے جاری
نہ وہ تیشہ زنی نہ زور کیساتھ
سرخی خون ہے زرد چہرے پر
نقش ہر جا تھا نام شیرین کا
روئی لپٹی دامن مار دیکھ اسے
مفت مین ہائے اپنے جی کو دیا

آہو مین پاسبان بصد افسوس
نہ وہ نالہ ہے اور نہ زاری ہے
نہ وہ تیشہ زنی ہے ساتھ سنگ
خاک تن پر ہے زیر تن ہے خاک
سنگ تھا لوح خون بہا شنجرف
کھا لے وائے تو موا فرہاد
میرے مرنے کی جھوٹ سنکے خبر

رباعی

ہائے کیا کام کر گیا تو ہائے
کس طرف جا کے دلکو بہلاؤن

غزل فارسی

صبر و آرام بردۂ فرہاد
این چہ درد دل شمردۂ فرہاد
من نمردم تو مردۂ فرہاد

تیشہ بر خود نخوردۂ لیکن
خود بر فتی و جان شیرینم
ہائے ہو دو جہانین اسکا بر

رباعی

ہوش از چاک پیرہن میرفت
نوحہ زن تھے تحلقہ ماتم
جو موا پھر کے وہ نہین آتا
پھر کے آتا نہین ہے اب فرہاد
کر گیا اسکو جو کہ کرنا تھا
رونے دھونے کو ہے پچار ی عمر
کہ ہو تجہیز اسکی اور تکفین
اسطرح سے کیا تدفین
وہی در گور ہے حرم خانہ
جان شیرین فدا کرین ہم بھی
خستہ جانون کو اس سے ہے پیوند

لبن بچار و بے گیسو فتر گان
نستر ن بوسنے آخر ش رو کر
لاکھ اب روئیے مر گیا وہ تو
خواہ جی توڑ و خواہ سر پھوڑ
آہ و زاری کرو نہ تم اسدم
تم جو کرتی ہو اپنا جی بھاری
الغرض اسکو وان کیا مدفون
مقبرہ اک بنا کے شام و پگاہ
ہے یہ کیا خوب مرگ عاشق زار
اثر عشق دیکھیو مسکین
چاہئے دلمین عشق کا کچھ درد

اور گلگون کبوتر طاؤس
نہ وہ افغان نہ بیقراری ہے
اور نہ وہ کہ کنی ہے ساتھ سنگ
چین سے ہے پڑا وہ عاشق پاک
نام شیرین کے تھے لکھے سب حرف
اور مین رہ گئی دل ناشاد
سچ ہے تو مر گیا مرے دلبر
پیچھے ہی تونے جی دیا ہوتا
ہائے عاشق کدھر گیا تو ہائے
زسیم تلخ کردۂ فرہاد
زدلم خون فشردۂ فرہاد
بکدامی سپردۂ فرہاد
جسنے تجھکو فریب سے ہا ہا
دامن دل سے پاک کرتی تھی
گرد از جسم کوہکن میرفت
کہا ہوتا زنیا اب سے دلبر
جی سے اپنے گذر گیا وہ تو
اب تو آتا نہین ہے اے بانو
لاش بھاری کرو نہ تم اسدم
لاش ہوتی ہے اب جی بھاری
تھا وہ افتادہ جسجگہ پر خون
اپنا اسکو کیا زیارتگاہ
ہوے معشوق پاسبان مزار
ہوئی فرہاد عاقبت شیرین
ہوئے کیسا ہے یہ عجب فرد

شغل بہتر ہے عشقبازی کا
عشق میں اسکی جب یہ منزل ہو
رکھے آنکھو نہ اپنی اسکو فلک
جسکو ہے عشق ہے وہی انسان
لب سے میرے لگا دے اے ساقی
ہونے پایا نہ تھا یہ قصہ تمام
مسودہ لے گئے وہا اشخاص
بیخزان ہے یہ گلشن تازہ
کیون نہ خواہان ہون اسکے اہل سخن
جو سفیدی ہے اسکی ہے سطور
حرف حرف اسکا لطف آگین ہے
کیون نہ شیرین مذاق ہو ہر اک
جسجگہ پائین شیر و شکر و قند
ہے یہ وہ بحر حسن لمعۂ نور
ہے یہ وہ داستان مستحسن
خوب معنے مین پہلے کرلے غور
یون وہ دانا پھر اسکو دیکھے گا
کام نیکون کا ہے نکوئی سے
دیکھین اس آئینہ کو اہل کمال
جسکا جی چاہے دیکھکر اسکو
کہ خطا سے نہین کوئی خالی
اور جو معترض بعین صواب
ماجی الله والرسول معاً
تا نہ سامع کو ہو دو بار دماغ
کہ سخن کا ہے مرتبہ عالی

کیا حقیقی ہو کیا مجازی کا
عشق جب اسکا ہو تو پھر دیکھو
نہ فلک اسکا بام ہو بیشک
ورنہ بے عشق بدتر از حیوان

ہو مجازی بھی جسکو ہے اچھا
پانون رکھے نہ جب مین وہ بر
یہ سمجھتا ہے گر تو اے مسکین
تھا جو سینہ مین کچھ نشانۂ عشق

دربیان توصیف تصنیف کتاب معجزۂ مسکینی

در معنی سے جنکو تھا اخلاص
ہے یہ بستان بہار آبادہ
کہ ہے سیر اسکی بہتر از گلشن
ہے بعینہ بیاض دیدۂ حور
نقطہ نقطہ اسکی نقل شیرین ہے
کہ یہ شیرین ہے داستان شکیب
مردم و مرغ و مور گرد آیند
جس سے دریائے عشق ہو معمور
تیر پائے نہ جسکو وہ حسن
کہ مضامین اسکا ہے کسطور
عیب بیشک نہین نکالے گا
عیب جو کو ہے عیب جوئی سے
کہ نمایان ہے اسمین حسن و جمال
دیکھلے اپنی شکل صحیح بھی
ہے خطا سب کا جو ہر ذاتی
تو یہ لیس قول ہے انھین کا جواب
من لسان البوری فکیف انا
اس کہانی سے کرشتاب فراغ
ہے سخن کی جہانمین بابرکت

قدردان تھے جو اسکے اہل تمیز
روح افزا ہے اس چمن کی بو
ورق گل ہے ہر ورق اسکا
جو کہ تحریر کا ہے اسکے سواد
نیشکر اسکے ہین غرض ابیات
ہے بجا قول سعدی کا اے مسکین
ہے جو تازہ یہ قصۂ شیرین
بسکہ پر نور ہے یہ چشمۂ شیر
ہے رجا سب سے جو کوئی دیکھے
بعد کہ اختیار ہے اسکو
ہے یہ پند انکو جو ہین اہل شعور
وصف اہل نظر نگاہ کرین
ہے یہ صاف آئینہ ہر آئینہ
ہے یہ امید اہل معنی سے
ہین مرکب خطا سے سب انسان
قیل ان الآلہ ذو ولد
چھوڑ اس گفتگو کو اے مسکین
وہ جو دیوانگی ہین اہل تمیز
ہے سخن بین جو ہے ہی انسان

اور حقیقی ہو پھر تو کیا کہنا
پہونچے افلاک سے زمین پر
تو نہ کر عشق مین اب اسکے کمی
تو یہ مین نے کہا فسانۂ عشق
حد اور درد سے جو ہو خالی
کر کیا دوستون نے اسکو رقم
لے گئے نقد سے کر اسکو عزیز
تازہ ہے اس گل سخن کی بو
سطر اسکی ہے سرد بلغ صفا
ہے دیار جمال کا وہ سواد
ہے ہر اک مصرعہ اسکا شاخ نبات
ہر کجا چشمۂ بود شیرین
ہے مسمے بہ چشمۂ شیرین
ہے ہر اک نرج اسکی بدر منیر
بے تامل نہ اعتراض کرے
خواہ وہ بد کہے دیا نیکو
ورنہ نادان کا یان نہین گذر
نہ کہ بس عیب پر نگاہ کرین
لفظ لفظ اسکا ہے سر آئینہ
کہ خطا دیکھے اور چھپا دیوے
کیونکہ جو سر پھر اپنا ہو نشیان
قیل ان الرسول قد کہنا
ختم کر جلد قصۂ شیرین
رکھتے ہین وہ سخن کو سب سے عزیز
ورنہ ہوتے ہین بے سخن حیوان

انکو رہتا ہے بس سخن کا پاس
اُسکی تصنیف کی ہے یہ توصیف
آئی جو چودھوین محرم کی
جوشزن ہے ہنوز اے مسکین
عشق شیرین مین ہے یہ پھل پایا
ہاتف غیب سے ہوئی یہ ندا
انکو تاریخ مین کیا ایس بند
ایک مشفق ہین بس فصیح زبان
شعر مین اُن کے اک ملاحت ہے
قصہ دلکشا و راحت بخش
مشتمل داستان رنگارنگ
ہین بے اختیار یہ چاہا
یاالٰہی بقا ہے تیرے لیے
ہے توہی باطن اور توہی ظاہر

کہ وہ بالذات ہین قدرشناس
اٹھو دن مین یہ ہوئی تصنیف
جبکہ یہ مثنوی تمام ہوئی
سوے فرہاد چشمہ شیرین
کوہکن آہ تلخ کام ہوا
نام آرام باغ لکھ اسکا
از رلے شمار دانشمند

تھی جو اس داستان مین انکی رضا
بست و ہفتم بجز زوار
ہے یہ تاریخ ابتداے کتاب
اور تاریخ خاتمہ ہے یہ
اسم تاریخ کے لیے اسکے
اور ابیات پر کیا جو شمار
یعنے اسطور سے یہ تحریر

اسیلیے جلد مین نے اسکو کہا
اول اسکے لکھے مین [illegible]
جسکو مین نے لکھا ہے جلد شتاب
یعنی اس نہج راقمہ ہے یہ
لے قلم جبکہ فکر کی مین نے
سن سو بیاسی تھے یہ نگار ۱۲۸۲
کوثر و سلسبیل و چشمہ و شیر
نام اُن کا غلام مولاخان
داستان بانمک ہے شیرین کی
خاص تصنیف حضرت مسکین
صفحہ دل پہ مثل نقش نگین
خوب کی چاہ ... اے شیرین
ابتدا انتہا ہے تیرے لیے
کیجو مسکین کا خاتمہ بالخیر

قطعہ تاریخ تصنیف غلام مولاخان

اور تقریر مین فصاحت ہے
اسکی تاریخ یہ انھون نے لکھی

قطعہ تاریخ تصنیف شیخ عبدالواحد

ذکر فرہاد و خسرو و شیرین
کیسے تاریخ اسکی اے رنگین
ہو گیا پڑھتے ہی مرے اللہ
ہاتف غیب سے ہوئی یہ ندا

دعا در باب مغفرت خود

ہے توہی اول اور توہی آخر
اے خداوند ہر یگانہ و غیر

خاتمۃ الطبع
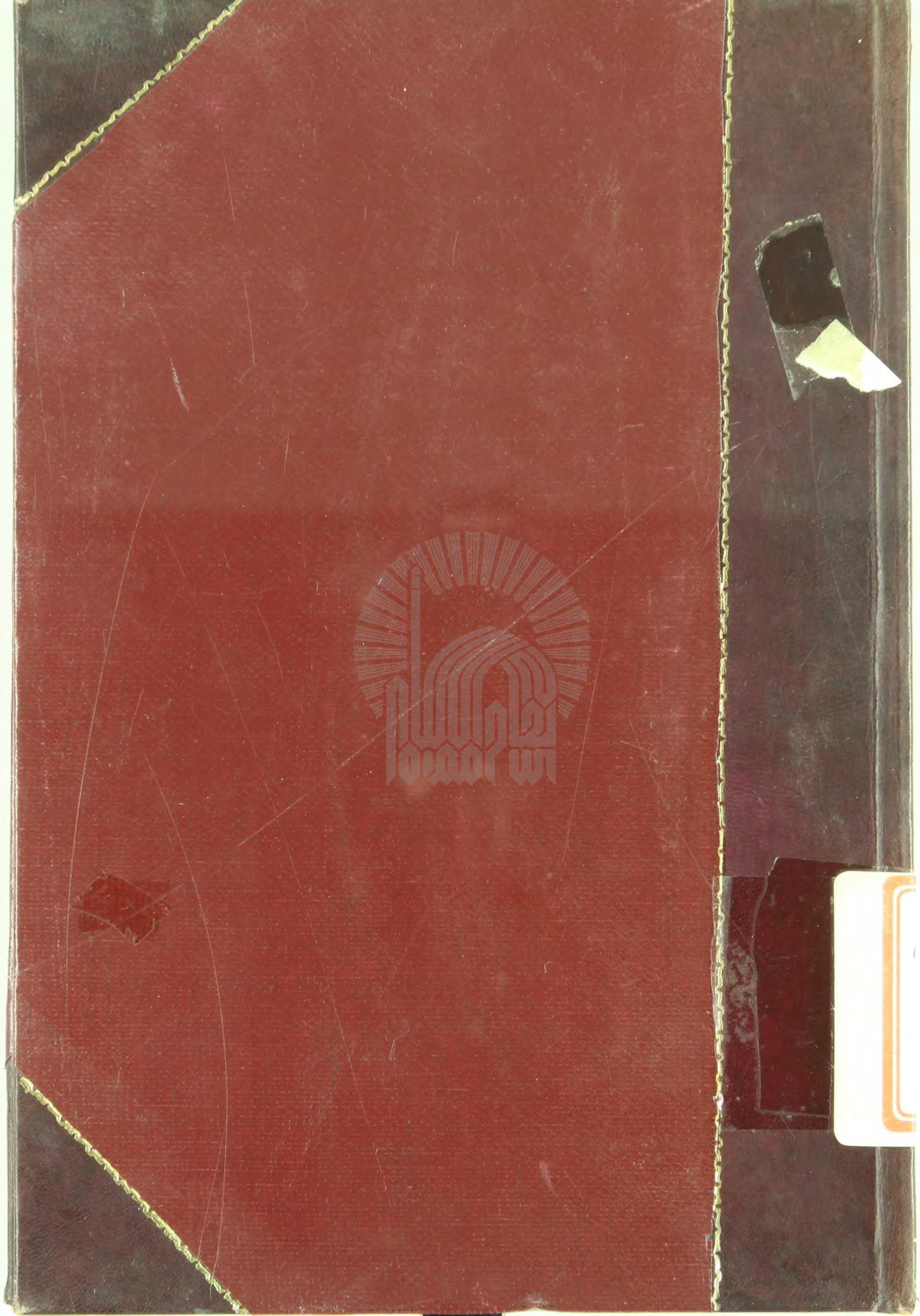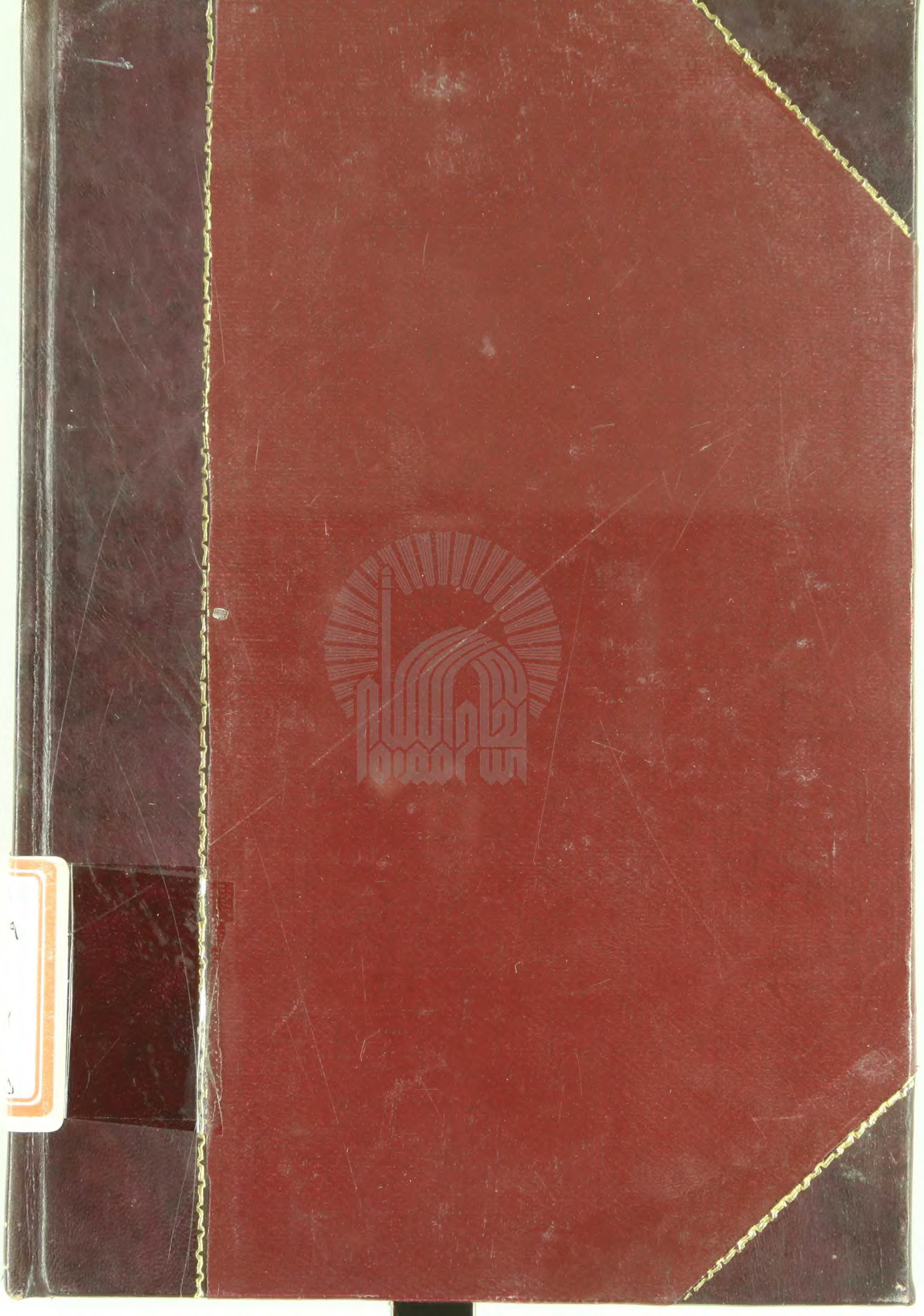
درین ایام فرخندہ لعون خداے یگانہ کہ جسنے گل کو محبت کا رنگین لباس پہنایا اور بلبل کو خاکستری جامہ دیکر اسکا عاشق بنایا ادھر ناز و انداز ادھر سوز و گداز عطا ہوا سبحان اللہ حضرت عشق کے لیے قدرتی انعام ہے کہ جنکے ظہور تاثیرین کسکو کلام ہے ہر جگہ انکی نرالی چال ہے معشوق نونہال ہے عاشق پائمال ہے اگر عشق صادق نہ ہو تو رابطہ محبت کا کب مزہ لیتا وامق و عذرا لیلی و مجنون جتنے عاشق صادق گذرے انکی صداقت کی یادگار کے لیے اہل خلق نے ان کے احوال کو برنگ نظم و نثر لکھا ہے خوب زور طبع دکھایا اندنون قصۂ نمکین مسمے بہ چشمۂ شیرین جسمین تعشق شیرین و فرہاد کا بیان ہے دلچسپ فسانہ کا اعلان ہے بکرشمۂ طبع سخنور نازکخیال صاحب گفتار شیرین تخلص مسکین ہے شوق شائقین سے مطبع نامی منشی نولکشور مقام لکھنؤ مین حسب ایماے منشی بشن نراین صاحب بہار گو مالک مطبع بار ششم ماہ نومبر سنہ ۱۹۲۵ع چھپ کر آویزہ گوش روزگار ہوا خداوند عالم مقبول عالم و عالمیان فرمائے بمنہ و کرمہ۔